رنگِ وفا دیکھو تو



مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

رنگِ وفا دیکھو تو

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

کتاب : رنگِ وفا دیکھو تو

﴿کلام اپریل سنہ ۲۰۲۴ تا جون سنہ ۲۰۲۴﴾

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سنِ اشاعت : ۲۰۲۴

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

سرورق : عامر ملک

کمپوزیشن : نابغہ طاہر باجوہ



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ایں چشمۂ رواں کہ بفضلِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

انتساب

حق کے سب متلاشیوں کے نام

قطعہ

میرے شعروں میں بحرِ تلاطم رواں
نغمگی ، شُستگی میں ہے سب داستاں
چشمِ تر کر رہی ہے جو آہ و فغاں
مُسکراہٹ بکھیرے ہے لُطفِ بیاں
ہے وہی نقش دل پر جو تصویر ہے
دل پہ کرتی اثر میری تحریر ہے

....

حسنِ ترتیب

محترم طفیل عامر صاحب

شاعر پر ایک ذاتی نظر

جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ ٹکڑوں میں ذہن میں آتا ہے اکٹھا ہو تو مربوط طریقے سے وہ لکھا جائے۔
میں جب پڑھتا ہوں مختلف شعراءِ کرام کے اشعار میں جنون کا لفظ، وحشت کا، صحرا کا اور مجھے یقین ہوتا ہے کہ نہ کبھی ان کو جنون ہوا ہے نہ وحشت ہوئی ہے وہ اس کیفیّت سے گزرے ہی نہیں اور نہ ہی انہوں نے صحرا دیکھا ہے، چھاننا تو دور کی بات ہے اور نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ وہ اشعار کبھی دل میں نہیں اترتے، نہ ہی ان کا کوئی اثر ہوتا ہے۔

آدمی جس کیفیّت میں ہو وہ کیفیت جو بھی ہو اس کا جب اظہار ہو گا، سچی کیفیت ہو تو سچا اظہار ہو گا اور جو جو بولے گا جو لکھے گا اس سے وہ کیفیت ظاہر و باہر ہو گی۔ لیکن اس کو بھی وہی سمجھے گا جس کو ان کیفیتوں کا ادراک ہو گا اور ادراک تو ہوتا ہے جب خود اس سے گزرا ہو کسی نہ کسی حد تک ۔ آدمی خوش ہو صحیح معنوں میں تو وہ لاکھ چھپائے اپنی خوشی کو، نہیں چھپ سکتی۔ اس کے انگ انگ سے وہ پھوٹتی ہے، لفظ لفظ سے وہ پھوٹتی ہے۔ اس کا چہرہ بتا رہا ہوتا ہے، اس کی آنکھیں بتا رہی ہوتی ہیں۔ اس کے بس میں نہیں ہوتا کہ اس کو چھپا سکے قدرتی بات ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی غمزدہ ہے صدمے میں ہے تو لاکھ وہ مسکرائے قہقہے لگائے وہ بات نہیں بنتی پتہ چل جاتا ہے وہ نہیں چھپا پاتا۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ کہ دونوں کیفیات دونوں حالتیں سچی ہیں۔ اس لیے۔ سچ کا اثر تو ہوتا ہے نا! وہ سچ تو دل میں اتر تا ہے۔

میں نے محترم طارق انور باجوہ صاحب جو کہ پیشے کے لحاظ سے میڈیکل ڈاکٹر ہیں اور نو عمری میں انہوں نے کوئی نظم یا غزل کچھ کہا تو پھر دانستہ اس کو ترک کر دیا، روک دیا کہ اصل جو میری منزل، میرا مقصودِ حیات ہے، وہ میری تعلیم ہے خاص طور پر میڈیکل کی، تو اس کو چھوڑ کر وہ کام کرو، اُس کو فوقیت دو۔ تو، بہ فضل اللہِ تعالٰی وہ کامیاب و کامران رہے اپنی اس تعلیم میں۔ آگے پھر ایم بی بی ایس کرنے کے بعد انہوں نے پریکٹس کی پھر وہ بیرونِ ملک گئے وہاں انہوں نے ایف آر سی ایس کیا اور یہ جو تین چار سال میں ہوتا تھا ان کا ڈیڑھ پونے دو سال میں ہو گیا۔ یہ اللہ کا خاص کرم ہے اور چلتے چلتے پھر انہوں نے دیکھیں کہ غالباً نویں دسویں جماعت میں پڑھتے تھے جب خلافت کی زبان سے انہوں نے وقف کا لفظ سنا تو اسی وقت انہوں نے عہد کر لیا کہ ہاں میں نے وقف کرنا ہے اور خدمت کرنی ہے۔ یہ قدرت کروا رہی تھی یہ ویسے حیرت والی بات ہے کہ اس ٹین ایج والی عمر میں آدمی یہ سوچ لے اور یہ ارادہ کر لے۔ یہ بہت کم ہوتا ہے، ہوتا تو ہے لیکن وہ بڑے نصیبوں والے ہوتے ہیں میری دانست میں۔ مجھے کیوں نہیں ہوا یہ! اور پھر جب انہوں نے تعلیم مکمّل کر لی، ہاؤس جاب وغیرہ ہو گیا، ڈاکٹر پوری طرح بن گئے تو پھر وہ کسی افریقی ملک میں چلے گئے تین سال وقف کر کے خدمت کی۔ وہ جو بات نویں دسویں میں ان کے دل میں اٹھی تھی پھر اس کو پورا کیا اللہ تعالٰی کے فضل سے۔

کرتے کرتے پھر وہ ریٹائر ہو گئے۔ اس کے بعد وہ چیز عود آئی جو ان میں قدرتی طور پر تھی۔ یہ ودیعت اللہ تعالٰی کی طرف سے ہوتی ہے۔ صلاحیّتیں ساری اس کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ان میں سے یہ شعر کہنے کی صلاحیّت بھی ایک ہے۔ اگر اس کا تعلق پڑھے لکھے ہونے سے ہو تو ہر

پڑھا لکھا شاعر ہو جبکہ ایسا نہیں اور اس کا پڑھنے لکھنے سے بھی معاملہ نہیں۔ بالکل جن کو چِٹّا اَن پڑھ کہا جاتا ہے پنجابی میں وہ کمال کے شاعر ہیں جن کو الف بے کا پتہ نہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہوتی ہے۔ رہ گئی تعلیم کی بات تو زمانہ تعلیم دیتا ہے ان کو۔ وہ جو چِٹّے اَن پڑھ ہوتے ہیں۔ ان کا دماغ ہوتا ہے، آنکھیں ہوتی ہیں احساسات ہوتے ہیں، وہ دیکھتے ہیں محسوس کرتے ہیں، پھر اپنے لفظوں میں بیان کر دیتے ہیں۔

تو پھر وہ آمد شروع ہو گئی ریٹائرمنٹ کے بعد، غیر معمولی ہوئی اور ہو رہی ہے۔

روزانہ ایک غزل ہونا یا کسی اور موضوع پر کچھ کہنا جیسے حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف شہید رضی اللہ عنہ کی بابت جو واقعہ ہوا اس کو انہوں نے منظوم کیا۔ اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں۔ تو پھر وہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ تو اب یہ غیر معمولی بات ہے ہر روز کچھ نہ کچھ ہونا یہ۔

میرا ان سے تعارف ۲۰۰۲ میں ہوا ملاقات نہیں ہوئی۔ ان سے میری ملاقات ہوتی ہے ۲۰۱۹ میں۔ ادب کے حوالے سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ پہلی ملاقات طے تھی۔ یہ میرے پاس آئے طے شدہ ملاقات کے تحت لیکن مجھے کہیں جانا پڑ گیا۔ یہ سفر کر کے آئے تھے اور بذریعہ ریل گاڑی آئے تھے۔ میری ملاقات غالباً تین منٹ کی ہوئی ہو گی کھڑے کھڑے۔ تو ان کا جو ردِّ عمل تھا میں تو اسی کی بنیاد پر گرویدہ ہو گیا تھا، متاثر کُن تھا۔ خیر اس کے ایک ہفتے بعد دوبارہ ملاقات ہوئی اور میں خود ان کے ہاں گیا اور وہ پہلی ملاقات تھی میری۔ ہم غالباً ٹھیک طرح وقت یاد نہیں لیکن دو اڑھائی گھنٹے یا شاید تین گھنٹے تک ہم دونوں بیٹھے باتیں ہوئیں اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے پیار تو اسی دن ہو گیا تھا اس پہلی ملاقات میں اور اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا۔

وہ جو کہتے ہیں فون پر ایک ادبی گروپ " گلستانِ احمد" میں بھیجتے ہیں اور مجھے الگ سے بھی بھیجتے ہیں اور احباب کو بھی بھیجتے ہوں گے میرا قیاس ہے پتہ نہیں۔ پوچھا نہیں۔ میں ان کا ایک ایک لفظ ایک ایک شعر پڑھتا ہوں۔ بعض دفعہ دو دفعہ پڑھتا ہوں پھر جو سمجھ میں آئے وہ بیان بھی کرتا ہوں۔ اس میں سے جو قابلِ قبول ہو وہ قبول بھی کر لیتے ہیں۔

اگر میں ان سے ملا نہ ہوتا، ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا نہ ہوتا تو جس یقین سے میں بات کر رہا ہوں اور جو ادراک مجھے ہوا ہے یہ شکل نہ ہوتی یہ یقین نہ ہوتا۔

خلافت سے محبّت، سلسلہ کی تعلیم کا مطالعہ، عملاً جاں نثاری کی کیفیّت، یہ وہ چیزیں ہیں جو ان کی شاعری میں ہیں۔ جو شخص کسی کیفیّت میں سے گزرا نہیں اس کو وہ بیان کیا کرے گا۔

طفیل عامر

لندن

☆

محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی کتاب "رنگِ وفا دیکھو تو" کی اشاعت پر میں انہیں دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ نہایت خوشی کی بات یہ ہے کہ
ڈاکٹر صاحب نے بہت تھوڑے وقت میں بہت زیادہ دلوں میں جگہ بنائی ہے اور ادبی محفلوں میں بڑی چاہت اور محبت سے بلائے جاتے ہیں آپکی شاعری میں خلافت سے محبت اور عقیدت جابجا نظر آتی ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کے گزشتہ تین سالوں میں چودہ شعری مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں جو یقینا حیرت انگیز اور قابل تحسین بات ہے۔
اللہ تعالی محترم ڈاکٹر صاحب کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور ہم ان کے شاداب کلام سے یونہی فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین

مبارک صدیقی

لندن

☆

لفظوں کے صحرائے بے رنگ کو عبور کر کے معانی کی بساطِ کشادہ پر قیام پذیر جناب ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی آواز شاعری کے ایوان میں ایک منفرد ارتعاش رکھتی ہے۔

حمد و نعت، منظوماتِ جدیدہ اور غزلیات و گیت کا مطالعہ قلوبِ قارئین کو ماہ و نجوم اور کہکشاؤں کے نُور کی طرح منوّر کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ اللہ کی ودیعتِ خاص ہے۔

"رنگِ وفا دیکھو تو" کی اشاعت پر محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ کو دلی مبارکباد!

جزاک اللہ الکریم

ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے

ٹیلفورڈ۔ شراپشائر انگلینڈ

اظہارِ تشکّر

الحمدللہ کہ اپنا چودھواں شعری مجموعہ ''رنگِ وفا دیکھو تو'' پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔اس سے پہلے میرے تیرہ مجموعہ ہائے کلام کو جس طور سے پذیرائی ملی، اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداً فرداً تمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جیسا کہ اپنی پہلی کتاب '' لبِّ لباب '' کی ابتدا میں، میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۲۰، ۲۵ رمضان المبارک، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر گہرا اثر تھا۔ دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی، محض اس کی طرز یاد رہی تھی جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوادی۔ لیکن اس وقت یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے شاعری سکھادی ہے اور اب میں آسانی سے شعر کہہ پاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کر دی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تاکہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے

خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تو اگر خدا تعالیٰ کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمدللہ

"لبِّ لباب" میں میرا، دسمبر ۲۰۲۰ تک کا، سارا کلام شامل تھا۔ اس میں سے غزلیات کا حصّہ الگ کر کے "چاک دامانِ جنوں" کے نام سے شائع کیا گیا۔ میری تیسری کتاب، جس کا نام استاذِ المکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے از راہِ شفقت "ہم قدم دم بدم" تجویز فرمایا تھا، میں یکم جنوری ۲۰۲۱ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل تھا جو زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔

"در آئینہ صفِ دوستاں" میں یکم اپریل ۲۰۲۱ سے لے کر ۳۰ جون ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل کیا گیا۔ "نصیبِ چارہ گری" میں یکم جولائی ۲۰۲۱ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۱ اور "باز گشت" میں یکم اکتوبر ۲۰۲۱ سے ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل ہوا۔ "پیتم بِن مَن سُونا" میں یکم جنوری ۲۰۲۲ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۲۔ آٹھویں مجموعہ میں یکم اپریل سے ۳۰ جون ۲۰۲۲ تک اور نویں "مجموعہ سرنامۂ نور" میں یکم جولائی ۲۰۲۲ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۲ تک کا کلام شامل ہے۔۔ دسواں مجموعہ خلافت سے متعلّق کلام پر مشتمل ہے جبکہ "ایک اور ایک گیارہ" اکتوبر ۲۰۲۲ سے لے کر اگست ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ "بَرشِگالِ نُور" ستمبر ۲۰۲۳ سے لے کر دسمبر ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل

ہے۔ ”گمان سے یقین تک“ جنوری تا مارچ ۲۰۲۴ اور یہ مجموعہ ”رنگِ وفا دیکھو تو“ اپریل تا جون ۲۰۲۴ کے کلام پر مشتمل ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرما دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام بھی ان کا منظور کردہ ہے۔ اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر محنت کے ساتھ انہوں نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لے کر اپنی مفصّل رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان اساتذہ اور دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ وقت نکال کر اپنی رائے سے نوازا۔ مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ہر بار ایک خوبصورت پیش لفظ سے نوازا اور محترم عبد الشکور صاحب نے امریکہ سے، مبارک احمد صدیقی صاحب اور خاص طور پر مکرم طفیل عامر صاحب نے اپنی خصوصی آرا سے نوازا۔ ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے صاحب نے حسبِ معمول کتاب کا نہ صرف رائے کا اظہار فرمایا بلکہ ہر دفعہ ای خوبصورت نظم سے بھی نوازا۔ اللہ ان سب کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور احسن ترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

خاکسار

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

لندن

غزل

سیراب تا زمیں کرے ، دریا بنا دیا
دستور ، آسمان سے اترا ، بنا دیا

جب یہ زمیں بہشت تھی بھیجا گیا یہاں
انساں نے دیکھ اِس کو بھی ہے کیا بنا دیا

مقصد حیات کا تھا ، تعلّق خدا کے ساتھ
پھر کس نے اُس کو حاصلِ دنیا بنا دیا

وہ چاہتا تھا اس سے محبّت کرے کوئی
خود کو محبّتوں کا ہی شیشہ بنا دیا

دنیا کو امتحان بنایا خدا نے جب
پھر کس نے اِس کو ایک تماشا بنا دیا

بادل اتار کر کہیں دریا بہا دیئے
سورج کہیں پہ روک کے صحرا بنا دیا

دل میں رکھی تلاش خود اپنی ہی ذات کی
پھر ساری کائنات کو چہرہ بنا دیا

وہ ایک شخص معتبر جس کا وجود ہے
تم نے اُس ایک شخص کو کیا کیا بنا دیا

طارقؔ نکل نہیں سکے ، کرنے اسے تلاش
تب اُس نے اپنے سامنے پردہ بنا دیا

....

غزل

چشمِ بینا کو نظر آئے وہ جلوہ پیار کا
محوِ حیرت ، دیکھ کر احسان ہے ، سرکار کا

تھا جو اسماعیل میں مادہ اطاعت کا بھرا
ہو گا بچہ بھی تو مظہر ، باپ کے کردار کا

لوگ کہتے ہوں اگر شوریدہ سر اور خود غرَض
کون موقع ڈھونڈتا ہے ، لطف کے اظہار کا

جانتا کوئی نہیں ہے اس کے اسرار و رمُوز
راز داں کوئی نہیں ، قدرت کے کاروبار کا

چاند ، سورج سے منوّر ہو کے لگتا ہے حسیں
اور نظّارہ ستاروں میں اُسی چمکار کا

حسنِ یوسُف میں نظر آئی تھی اک تیری جھلک
تھے محمّدؐ ایک اُسوہ ، حسن کے شہکار کا

دل کا اطمینان کھویا ، ہم نے جب کھویا تجھے
ذکر کس سے اب کریں گے ہجر کے آزار کا

آتی جاتی سانس بھی مرہونِ منّت ہے تری
تیرے بِن کیسے گزارا ہو دلِ بیمار کا

ہر گھڑی ہے رابطہ جب تک کہ دم میں دم ہے یہ
دل کی دھڑکن نام لیتی ہے اسی دلدار کا

زندگی کی ناؤ ہاتھوں میں ہے جس کے ، نا خُدا
فیصلہ کرتا ہے چن کر راستہ پتوار کا

سائباں بن کر ہمیشہ کے لئے رہتا نہیں
اعتبار آئے گا کیا پھر چرخ۔ ناہنجار کا

ڈھونڈ لے طارق اسے جو عمر بھر کا ساتھ دے
چاہئے کیا ساتھ مل جائے اگر ابرار کا

••••••••

غزل

لباس پاک صاف پر تمہیں جو داغ ہی ملے
خدا کرے تمہیں حقیقتوں کی آگہی ملے

ہمارا ہر خبر سے اب تو اعتبار اٹھ گیا
خبر درست ، ہو وہ چاہے تلخ ہی سہی ملے

ہماری اپنی مرضیاں تو ان کے آگے ہیچ ہیں
عمل ہو ان پہ کہہ کے یہ اوامر و نہی ملے

خرَد نہ جب دکھائے کوئی ظلمتوں میں راستہ
خدا کھڑا کرے کوئی ولی جسے وحی ملے

خدا نہ گر کرے کلام ، کیسے ہوں کرامتیں
کہاں کسی کی پھر دعا قبول ہو رہی ملے

محبّتوں کا دعویٰ کرنے والے مل گئے بہت
جو دیکھا ان کو غور سے تو دامنِ تہی ملے

بہت سے قیمتی ہیں مشورے جو پیش کر دیئے
جو ڈھل گئے ہیں شعر میں وہ لفظ تو یہی ملے

وہ ایک ذات جس کی بات بات میں ہیں حکمتیں
ہماری جستجو تو ہے کہ اک ہمیں وہی ملے

نہ طارق ایسی بات کیجئے کہ آس توڑ دے
روایتوں میں دیکھئے ، یہ بات بھی کہی ملے

••••••••

غزل

وہ خُدا ہے ! ، جُدا نہیں ہوتا
دل میں جب ما سوا نہیں ہوتا

بیٹھ جاتے ہیں آ کے بُت ، دل میں
بتکدہ خود بنا نہیں ہوتا

جا کے واپس نہ آ سکے کوئی
" ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا "

لوگ پھر کیوں بھٹکتے پھرتے ہیں
کیا خِضَر رہنما نہیں ہوتا

کیا ہوا اب کہ لوگ کہتے ہیں
بندگی میں بھلا نہیں ہوتا

نفرتوں کے نہ بیج بوتے گر
زہر دل میں بھرا نہیں ہوتا

یہ تو صحبت کا ہے اثر ورنہ
کوئی اچھا ، بُرا نہیں ہوتا

باغ میں کب سے ہے بہار آئی
زخمِ دل کیوں ہرا نہیں ہوتا

عشق کا کچھ علاج ہو جائے
دردِ دل لا دوا نہیں ہوتا

سوہنی بھی ڈوب کر مرے کیا اب
گھر میں کچا گھڑا نہیں ہوتا

راستہ مجھ کو کیسے بتلائے
جس کو اپنا پتا نہیں ہوتا

بھول جاتے ہیں لوگ دنیا میں
کیا یہ خود ہی بتا ، نہیں ہوتا ؟

آس خود ہی نہ چھوڑ دے ورنہ
کوئی بے آسرا نہیں ہوتا

آس رحمت کی کیوں رکھے جس کے
رحم دل میں ذرا نہیں ہوتا

طارقؔ اس بے ثبات دنیا میں
دُکھ ہو یا سکھ ، سدا نہیں ہوتا

....

غزل

بن مانگے دے رہا ہے خدا ، بار بار دے
جب جس کی چاہتا ہے وہ قسمت سنوار دے

اس کے حضور جھک کے کریں التجائیں جو
کرنے کو سارے کام فرشتے اتار دے

واجب ہے اس کا شکر کرے بندہ ہر گھڑی
دیتا ہے ایک دکھ تو وہ نعمت ہزار دے

طوفان لے کے آئے غضب میں وہ جب بڑھے
کشتی میں پھر کسی کسی کو پار اتار دے

جس دل میں اپنے پیار کی دیکھے وہ اک جھلک
لاکھوں گنا وہ آگے ہو کے اس کو پیار دے

ایسے بھی تو وفا کا کبھی امتحان لے
صیقل کرے وہ دشت میں جس کو اتار دے

پتھر کو بھی بنائے وہ سونے کی اک ڈلی
کندن بنا کے ہاتھ سے اپنے نکھار دے

دے کر وہ حکم باپ کو بیٹا کرو فدا
بیٹے کو پھر ہٹا کے وہ مینڈھا اتار دے

جب ہر قدم پہ ساتھ وہ دیتا ہے پیار سے
بندے کا بھی تو حق ہے وہ بھی جان وار دے

پڑتی ہیں جب ہمارے سر پہ آزمائشیں
" وہ دل ہی کیا جو خوف سے میدان ہار دے "

طارق اسی کی دی ہوئی ہے جب یہ زندگی
جاں بھی فدا ہوئی تو کہاں قرض اتار دے

....

غزل

کہا کسی نے ہوئے ظلم کا سبب پتھر
مگر تھا دل کا اندھیرا، نہ تیرہ شب پتھر

جواب ان کو دعاؤں کا کیسے ملنا تھا
بنا لئے تھے انہوں نے تو اپنے رب پتھر

جو وہ نہ مل سکا ان کو تو سجدہ کرنے کو
پجاری لے گئے تھے اس کے گھر کے سب پتھر

نہ جانے کیسے یہ قسمت پہ ہوں اثر انداز
کہ پہنے جاتے ہیں انگلی میں اب غضب ، پتھر

اگرچہ واقعہ گزرے یہ ہو گئیں صدیاں
کہو تو گریہ و زاری سنو بہ لب پتھر

جُدائی ایسی ہوئی باپ کی تھی بیٹے سے
کہ انتظار میں آنکھیں ہوئی تھیں تب پتھر

سوال جب ہوا تھا بھائیوں سے یوسف کا
جواب اس کو بھلا دے سکے تھے کب , پتھر

پکارتی تھی اَحد کی صدا ، زبانِ بلال
گھسیٹا جاتا تھا سینے پہ رکھ کے جب پتھر

احد پہاڑ کے وہ خوش نصیب تھے کتنے
رسولِ پاک کے آ ئے تھے جو عقب ، پتھر

جہاں نماز پڑھائی گئی تھی نبیوں کو
نشاں ہیں قبلۂ اوّل کے با ادب ، پتھر

طواف کرنے گیا جب حرم تو دیکھ لیا
وہاں تو روندتے ہیں لوگ روز و شب ، پتھر

نصیب کیسا ہے اُس کا ہر ایک چومتا ہے
ہے ایک کونے میں کعبے کے جو عجب ، پتھر

جہاں میں پھولے سماتا نہیں ہے وہ طارق
وہاں پہ چھُو گئے جس کے بھی دست و لب ، پتھر

••••••••

غزل

کہہ کے آئے ، حبیب ساری رات
میں ہوں تیرے قریب ساری رات

آنکھ کُھلتی ہے اُٹھ نہیں پاتا
خواب دیکھا عجیب ساری رات

جان پروانوں نے فدا کر دی
شمع نے دی صلیب ساری رات

آ نہ جائے کوئی مرے گھر میں
جاگتا ہے رقیب ساری رات

اس کو لکھنا پڑا حساب بہت
کب ہے سویا حسیب ساری رات

تم تو ہو نرم گرم بستر میں
کوئی ٹھٹھرا غریب ، ساری رات

وقت کم ہے اُٹھو کہ جانا ہے
کہہ رہا تھا نقیب ساری رات

التجا اس سے کر کے دیکھو تو
سن رہا ہے ، مجیب ساری رات

ٹل گیا ہو گا وہ دعاؤں سے
تھا جو خطرہ مہیب ، ساری رات

کون جاتا ہے اُس محلّے میں
پر نہ لوٹا نجیب ، ساری رات

تم تو سجدے میں گر گئے طارق
اُن کا سویا نصیب ، ساری رات

....

غزل

تُو جو چاہے تو بنا دے ، پیار کے قابل مجھے
چاہتا ہوں یہ کہ ہو تقویٰ عطا کامل مجھے

لا جرم ہے زندگی ، بے بندگی ، شرمندگی
ہوں تِرا بندہ ،کیا ہے عشق نے گھائل مجھے

حسن اس کا پوچھتے ہو ! ، اس سے اندازہ کرو
ایک نظّارہ ہی اس کا کر گیا بسمل مجھے

احترامِ آدمیت ہے شرَف انسان کا
ورنہ حیواں بھی لگے ہیں ، پیار کے حامل مجھے

رہنمائی کے لئے بھیجے گئے جتنے سفیر
سب نے بتلایا کہ کیا ہے زیست کا حاصل مجھے

گو مجھے دعویٰ نہیں صحرا نوردی کا مگر
اپنے دیوانوں میں رکھیو اے خُدا شامل مجھے

جانتا ہوں ، ہے ادب پہلا قرینہ پیار کا
قُرب کے پہلے سبق نے ہی کیا فاضِل مجھے

لے کے جاؤں کس عدالت میں جہاں انصاف ہو
زخم خود دے اپنے ہاتھوں سے ، کہے قاتِل مجھے

راستہ جب پوچھنا ہو ، میں نظر آؤں انہیں
سب سمجھتے ہیں یہی معلوم ہے منزل مجھے

عاجزی سے پیش آنے کا یہ مطلب تو نہیں
میرا دشمن بھی سمجھ بیٹھے کبھی بُزدل مجھے

اس لئے رہتا ہے ہر دم اپنی سرحد کا خیال
حملہ آور ہو نہ شیطاں ، پا کے یوں غافل مجھے

اتنے بھی طارق رہے کیوں دنیا داری کے قریں
حشر کے دن ڈال دی ہے کس قدر مشکل مجھے

....

غزل

سب کو کب ہانکا جاتا ہے ، صاحب ایک ہی سانٹے سے
تبدیلی ہوتی ہے ان میں ، ڈھونڈیں لوگ جو چھانٹے سے

کچھ اصلاح کی نیّت سے کہہ دو تو غصّہ کر جائیں
سنتے کب ہیں پیار سے وہ ، ناراض بھی ہوں وہ ڈانٹے سے

ان کو بولو کر کے عمل ، تعلیم پہ خود بھی دکھلائیں
دوجا گال کریں نا آگے ، ڈر گئے ایک پہ چانٹے سے

رختِ سفر باندھا ہے ، نکلے گھر سے اور اب ڈرتے ہو
پھول کی چاہت میں نکلے ہو ، ڈرنا کیا پھر کانٹے سے

حیراں ہو کر ہم نے دیکھا ، خود ہی ریڑھی والے نے
لانے کو شیزان تھا بھیجا ، تنگ آئے تھے فانٹے سے

برتن ٹوٹ کے جُڑ جائے پر ، جوڑ چھپے نظروں سے کب
ایک دفعہ ٹوٹی جو یاری ، کب جڑ پائے گانٹھے سے

طارقؔ شوق سے پھیلاؤ دنیا میں جو کچھ سیکھا ہے
علم کی دولت ایسی ہے جو ختم نہ ہو گی بانٹے سے

••••••••

غزل

رہتا ہے دردِ دل یہ ، بتایا نہیں کبھی
بے صبر بھی نہیں ہوں ، کراہا نہیں کبھی

بیٹھے ہو یہ سمجھ کے تم ، اکتا گیا ہوں میں
تم نے مرے مزاج کو سمجھا نہیں کبھی

ہاتھوں سے اپنے پیارے کئے دفن ہیں مگر
نفرت سے قاتلوں کو بھی ، دیکھا نہیں کبھی

سچ جاننے کا حوصلہ رکھتے نہیں ہو تم
مجھ سے سوال اس لئے پوچھا نہیں کبھی

تم نے بھی انتہائے ستم ، ہر قدم پہ کی
ہم نے بھی دل میں غم کوئی ، رکھا نہیں کبھی

گر جانتے تو غیر سمجھتے نہ تم ہمیں
تم نے ہمارے بارے میں جانا نہیں کبھی

تم نے خیال و خواب میں جا کر پناہ لی
میں بھی تو اس خیال سے سویا نہیں کبھی

عہدِ وفا نبھا کے جو رُخصت ہوا یہاں
مشکل حساب اس کا واں ہوتا نہیں کبھی

طارقؔ دیارِ غیر میں بیٹھا ہوا ہے خوش
وہ اب وطن کی یاد میں روتا نہیں کبھی

••••••••

غزل

" کچھ خواب خریدے تھے آنکھوں کی تجارت سے "
محروم ہوئے لیکن یوسف کی زیارت سے

دشوار تو ہوتا ہے ، لفظوں میں بیاں کرنا
پڑھ لیتے ہیں لوگوں کو چہروں کی عبارت سے

پہلا سا طبیعت میں ہیجان نہیں باقی
جذبات پگھلتے تھے ، سانسوں کی حرارت سے

سپنوں میں کبھی آ کر ، وہ دیکھا کئے مجھ کو
سمجھائے یہ کون اس کو ، باز آئے شرارت سے

الجھی ہوئی زلفوں کو وہ آپ ہی سُلجھا لیں
ہم روک رکھیں خود کو ، ڈرتے ہیں جسارت سے

کہہ دیں جو نہیں اچھا ، غیروں سے ملا کرنا
محفل سے اٹھاتا ہے ہم کو ہی مہارت سے

الزامِ محبّت میں گر جُرم ہوا ثابت ؟
کیوں دیکھے کوئی ہم کو اس طرح حقارت سے

غالب ہے جنوں آخر، کیوں ہوش کی دنیا پر
ہوتا ہے جو عشق اندھا، دیکھے وہ بصارت سے

ہو جائے سفر مشکل گر ، دیتا ہے زادِ راہ
مایوس نہیں کرتا ، خوش کر دے بشارت سے

ظاہر کے لباسوں پر کب اس کی نظر طارقؔ
نزدیک وہ آنے دے ، بس دل کی طہارت سے

غزل

لوح و قلم ، دوات سے آگے ہے اک جہاں
در اصل پُل صراط سے آگے ہے اک جہاں

حائل ہمارے راستے میں ہے اگر تو کیوں
بہتے ہوئے فرات سے آگے ہے اک جہاں

اک بار غور سے اِسے دیکھیں تو علم ہو
اِس اپنی کائنات سے آگے ہے اک جہاں

عین الیقین ہو گا اسے دیکھ کر مگر
بے شک تری حیات سے آگے ہے اک جہاں

کیا دیکھتا ہے تُو ، تجھے اپنا نہیں پتہ
موجُود تیری ذات سے آگے ہے اک جہاں

سنتا ہے وہ صدا ، نہیں سننے کو کان پر
آوازِ شش جہات سے آگے ہے اک جہاں

نقشے میں کائنات کے ، ذرّہ ہے یہ زمیں
تاروں کے کچھ نُقاط سے آگے ہے اک جہاں

دھوکے میں ہے ، سمجھ کے اسی پر جو خوش ہوا
اس دہر کی بِساط سے آگے ہے اک جہاں

طارق بتوں کو توڑنے جاتے ہو دُور کیوں
کیا دل کے سومنات سے آگے ہے اک جہاں

••••••••

غزل

پیمانۂ صبر اس کا بھی جاتا ہے ، چھلک کیا
موتی سرِ مژگاں سے بھی جاتے ہیں ڈھلک کیا

احکامِ خدا وندی بجا لانے کی خاطر
بیٹھے ہوئے بندے بھی ہیں مانندِ ملَک کیا

ہے اسپِ تخیّل کی جو پرواز فلک پر
آمادہ ہے دکھلانے پہ وہ ایک جھلک کیا

تخلیق ہیں اُس ہاتھ کی اجرام یہ سارے
پھر ایک زمیں ، شمس و قمر ، سات فلک کیا

سُن کر انہیں ، رحمت نہ چھلک جائے گی تیری !
پہنچیں گی دعائیں بھی فقط عرش تلک کیا!

جا کر یہ برہمن سے کوئی اتنا تو پُوچھے
گر دل میں خدا ہے تو تلِک کی ہے للَک کیا

اک بندۂ کمزور ، گنہگار جو ٹھہرا
لے جائیں گے دوزخ میں اسے پھر بھی ملَک کیا

رحمت ہے محیط اس کی جو عالم پہ تو سوچو
بندہ جو جلے ، اس کو نہیں ہو گا قلق کیا

طارقؔ تجھے مرنے کا تو مرضی سے نہیں حق
جینا بھی تو ہے اس کی ہی بس مرضی تلک کیا

للَک: امنگ، شوق، لالچ

••••••••

غزل

ڈھونڈتے پھرتے ہیں گو دل میں نہاں ہوتا ہے
جلوۂ حسن تو دیکھے سے عیاں ہوتا ہے

آج بھی اُس کو اگر دل سے پکارا جائے
آج بھی طُور پہ وہ جلوہ کناں ہوتا ہے

بات ہو اس سے تعلّق کے نبھانے کی اگر
پھر کہاں سامنے کچھ سود و زیاں ہوتا ہے

جان بھی اس کے لئے لوگ دیا کرتے ہیں
پیار ، کہنے کو تو اک لفظ بیاں ہوتا ہے

گفتگو ہم سے ، دھیان اور کہیں ہو اس کا
گرچہ موجود ہو ، محفل میں کہاں ہوتا ہے

شک کی نظروں سے کوئی دیکھے تو مت گھبرانا
جب بھی ہوتا ہے یقیں ، پہلے گُماں ہوتا ہے

اب جو آئے ہو ذرا دیر ٹھہر جاؤ نا !
آج کل دل کا مرے خالی ، مکاں ہوتا ہے

دل میں نفرت کی اگاتا ہے جو فصلیں ہر دم
موسمِ گل میں بھی مانندِ خزاں ہوتا ہے

طارقؔ اب عید پہ بھی دوست نہیں مل سکتے
کوئی منبر پہ کھڑا شعلہ فشاں ہوتا ہے

••••••••

غزل

بلاؤں میں بنا تھا جو سہارا یاد تو ہو گا
گھرے ہو دشمنوں میں ، ایک پیارا یاد تو ہو گا

بھٹک جائیں جو صحرا میں تو خضرِ راہ سا کوئی
سجھاتا ہے جو رستہ وہ ستارا یاد تو ہو گا

کسی کا حسن بن کر نقش بٹ جاتا ہے اجزا میں
مگر چہرہ اک ایسا بھی ہے ، سارا ، یاد تو ہو گا

جہاں کشتی کو ہو گا سامنا دریا میں طوفاں کا
تمہارے پاس جو آئے ، کنارا یاد تو ہو گا

بھری ہے ہر طرف دنیا مگر ہیں اجنبی سارے
وہ جس نے نام لے کر تھا پکارا یاد تو ہو گا

تمہارا اتنا کہہ دینا بھی کافی ہے جُدائی میں
تمہارے عشق کا کوئی ہے مارا ، یاد تو ہو گا

ہمیں تم چھوڑ کر جاؤ گے رستے میں، نہیں ممکن
کسی کو یہ نہیں ہو گا گوارا ، یاد تو ہو گا

چلے جائیں گے اک دن چھوڑ کر دنیا تمہاری ہم
کرو گے ذکر کچھ تم بھی ہمارا ، یاد تو ہو گا

ہمیں طارقؔ وفا کے نام پر جینا ہے ، مرنا ہے
کِیا کس نے محبّت کا اشارہ ، یاد تو ہو گا

••••••••

غزل

جب شیطان نظر آتا ہے ، پڑھتے ہیں لا حول
پڑھنا یہ لاحول، کسی کا کھولے پر نہ پول

دیکھیں گے بازار میں اُس کا لگتا ہے کیا مول
بچھڑا یوسف مل جائے گا ، ڈال ، کنویں میں ڈول

سوچ سمجھ کر بات کیا کر، سنتے ہیں سب لوگ
اپنی میٹھی باتوں سے کانوں میں امرت گھول

اک دن مل جاتا ہے جس کی ، دل میں ہو امّید
مایوسی میں کیوں پھرتا ہے ایسے ڈانواں ڈول

نازک دل تو ہوتے ہیں سب الفت والے لوگ
مت تنقیدی نظروں میں ، ان دل والوں کو تول

سوچوں کا اک تیز بھنور ہے کھینچ رہا جو تجھ کو
تُو معصوم ہے ، چکّر دیتی دنیا، ہے یہ گول

منزل اونچی ہے تیری ، سو جاری رکھ پرواز
اُڑتا جا اونچا ہی اونچا ، پر اونچا مت بول

دیکھا ہے انجام برا ، فرعون ہوں یا ہامان
دیکھ ، تکبّر والوں کو تو ، رب دیتا ہے رول

اُس کے دوارے جو بھی جائے خالی کب ہے آئے
دیکھ اسی کا در تو کھلا ہے ، آگے کر کشکول

کیا ہے تیری نسبت اُس سے اتنا تو بتلا
کس بنیاد پہ ، سمجھا خود کو ، تُو دانا بہلول

طارقؔ خواہش تیری ، اُس کے گھر کے کرے طواف
ملتا کیا ہے پیار میں اس کے ، راز سبھی پر کھول

••••••••

غزل

ذرا سوچو ، اگر پوری تمنّائے عدُو ہوتی
نہ پھیلی اس طرح شہرت ہماری کُو بکُو ہوتی

تکبّر چھوڑ دیتے ، عاجزی کی کچھ نمُو ہوتی
نہ یوں لڑتا جھگڑتا کوئی ، بس نرمی کی خُو ہوتی

تعصّب طاق پر رکھ کر اگر آتے وہ میداں میں
محبّت کی زباں میں کچھ ہماری گفتگو ہوتی

ہمیں کہتے تو ملنے کے لئے خود ہم چلے آتے
ہمیں بھی شوق تھا کچھ بات اُن سے رُو برو ہوتی

تجسّس نے ہمیں گھر سے نکالا سیر کرنے کو
کہاں ورنہ یہ دنیا دیکھنے کی آرزو ہوتی

تصّور میں تمہارے حسن کی تصویر جو بھی ہے
اُسے جب دیکھتے صورت وہی تو ، ہُو بہُو ہوتی

مہک ماحول میں پاکیزگی کی وہ نظر آئی
ہوا جاتے ہوئے اس کی گلی میں باوضو ہوتی

اگر معلوم ہوتا تم کو ، کتنا پیار کرتا ہے
تمہیں بھی اس کو پانے کی یقیناً آرزو ہوتی

تمہیں طارق خدا کو ڈھونڈنے کا شوق ہے ، سُن لو
وہ مل جاتا، اگر پانے کی سچی جستجو ہوتی

....

غزل

یہ کس نے سب کے قبلے اور کعبے ملا دئے
آبادیوں میں کتنے خرابے ملا دئے

تعریف میں زمیں نے ، فلک جب تھا مہرباں
تھے آسماں زمیں کے ، قلابے ملا دئے

شکوہ نہ کر برس کے یہ بادل نہیں گئے
کیا ہو اگر برس کے ، دو آبے ملا دئے

ہم ہیں وہ لوگ ، بانٹتے ہیں جو محبّتیں
کیوں تم نے ہم سے، خون خرابے ملا دئے

شاید سمجھ ہی لیں گے یہ حکمت کی کوئی بات
جب تم نے نوجوانوں میں بابے ملا دئے

سنتا نہیں غزل کوئی اب ساز کے بغیر
گائی غزل تو شور شرابے ملا دئے

طارق تلاش میں تھے محبّت کی لوگ تو
کس نے دلوں کے بیچ ، خرابے ملا دئے

....

غزل

وہ ہماری جو شہ رگ سے بھی ہے قریں
ہے جھکی اس کے در پر ہماری جبیں

ذاتِ باری پہ اس کی ہمیں ہے یقیں
اُس کی مُٹھی میں ہیں آسمان و زمیں

یہ جو ارضِ مقدّس کی ہے سر زمیں
اُس کی میراث ہے ، جس کے مومِن ، امیں

حکمران اِس پہ ،اِس وقت ظالم ، کمیں
سوچ سکتا ہے ہر اک ذہین و فطیں

کیسے ممکن ہے نصرت نہ پہنچے ہمیں
جب کہ وعدہ ہے ، آئے گی فتحِ مُبیں

قولِ اُملی لَھُم کو تو دیکھا کیئے
جلد آ جائے گا ، وقتِ کَیدِی متیں

جب کہ تخلیق ہے اس کی سب کائنات
ہے وہی ذات اس لا مکاں کی مکیں

وہ مدد کو ہماری ضرور آئے گا
اُس نے وعدہ کیا ہے جو ، انّی مُعیں

ہم نے دیکھا عدُو کا جو انجام ہے
اس نے دکھلایا بن کے ہے انّی مُھیں

ایک دن ہم پکاریں گے پھر زور سے
ذکرِ اللہ اکبر ، یسار و یمیں

شرط اتنی فقط ہے کہ اُس کی سنیں
وہ بنایا گیا ہے جو حِصنِ حَصِیں

وہ خدا کی طرف سے جو مامور ہے
لا جرَم اُس کی تعلیم ، سب سے حسیں

••••••••

غزل

گو بظاہر بڑے ہشیار نظر آتے ہیں
دل کے کچھ کچھ مجھے بیمار نظر آتے ہیں

چاہیئے اُن سے کسی طَور ، کنارہ کرنا
کام سب جن کے ، پُر اسرار نظر آتے ہیں

اُن کا حِکمت کے صحیفوں سے کیا جائے علاج
جن کے بگڑے ہوئے اطوار نظر آتے ہیں

دل دھڑکنا بھی علامت ہے ، کوئی زندہ ہے
سانس چلنے کے تو آثار نظر آتے ہیں

ڈر گئے دھوکہ نہ دے بیچ بھنور کے ناؤ
وہ تو ساحل کے پرستار نظر آتے ہیں

منتظر لوگ ہیں اب کان سُنیں خوشخبری
پورا ہوتے ہوئے ، انذار نظر آتے ہیں

جن کو سچ کہنے کی عادت ہے سو وہ بھگتیں گے
دیکھئے کب وہ سرِ دار نظر آتے ہیں

حسن کا رعب تو دیکھا نہیں جاتا ہم سے
ایسے قدرت کا وہ شہکار نظر آتے ہیں

ڈھونڈنے نکلے تھے زندوں میں ولایت ہم تو
ہر جگہ مُردوں کے دربار نظر آتے ہیں

ہیں وہی لوگ جو ملتے ہیں بدل کر چہرے
ہاں وہی ، جب بنے سرکار ، نظر آتے ہیں

پیار ہی تجھ پہ نہیں ، دل بھی نچھاور کرتے
جاں فدا کرنے کو تیّار نظر آتے ہیں

کیسے طارق ہو مرے لب پہ شکایت کوئی
دوستوں میں سبھی ابرار نظر آتے ہیں

••••••••

غزل

خیال آتا ہے دل میں ، جھٹک رہا ہوں میں
سمجھ رہا ہے عدُو یہ بھٹک رہا ہوں میں

بیان سچ ہی تو کرنا ہے نظم کر کے مجھے
تو شعر کہتے ہوئے کیوں اٹک رہا ہوں میں

وہ بھولتا ہے مجھے اور نہ یاد کرتا ہے
کہ ڈانواں ڈول ، کہیں پر لٹک رہا ہوں میں

کہ سچ کو جھوٹ سے کر کے الگ سمجھ آئے
جو بات کی ہے کسی نے پھٹک رہا ہوں میں

ہے اعتراض کسے ، گُل کے مسکرانے پر
پتہ چلا ہے کسی کو ، چٹک رہا ہوں میں

میں جانتا ہوں یہ طارقؔ ، کہ کون جلتا ہے
چمن میں کس کی نگہ میں کھٹک رہا ہوں میں

....

غزل

ہوں خار ، کس کی نگہ میں ، کھٹک رہا ہوں میں
ہوں اشک ، آنکھ سے کس کی ، ڈھلک رہا ہوں میں

اب اُس کے آنے کا امکان ہی نہیں باقی
نہ جانے کیوں ابھی رہ اُس کی تک رہا ہوں میں

کوئی تو آ کے مجھے روکتا ، یہ سمجھاتا
اگر جُنوں میں خُرافات بَک رہا ہوں میں

ثمر گرے تھے جو آندھی میں ، ہو گئے برباد
لگا ہوں شاخ سے اب تک تو پک رہا ہوں میں

کلام سن کے میں شاعر کو بھانپ لیتا ہوں
سُخن شناس ، نہیں اس میں شک ، رہا ہوں میں

عدُو جو گالیاں دینے کو کہہ رہا ہے ثواب
سمجھ رہا ہے کہ شاید بھٹک رہا ہوں میں

سفر کٹھن ہے کبھی ڈر تو یہ بھی لگتا ہے
نہ صبح آنکھ کھُلی گر ، کہ تھک رہا ہوں میں

ہے اس کے لطف و کرم کی نظر پڑی طارؔق
سمیٹے چاہ کی خوشبو ، مہک رہا ہوں میں

....

غزل

دل تِرا روشن کریں ، ظلماتِ شب
حاجتیں پوری کریں ، اوقاتِ شب

جب تلک ہو سامنے ، روشن ہو دن
چھُپ گیا سورج ، ہوئے لمحاتِ شب

نور دکھلاتا ہے جب تک راستہ
کب ڈرا سکتے ہیں پھر جنّاتِ شب

چاند تارے ساتھ اس کے ہو لئے
آ گئی ہے اس طرح ، باراتِ شب

جانے کس جانب ہمیں لے جائیں یہ
جوش میں آ جائیں جب جذباتِ شب

ڈھونڈنے نکلے تھے جو لذّات کو
یہ نہ ہو گھیریں انہیں آفاتِ شب

عرش کے پائے ہلا دیں جا کے یہ
جب کبھی پہنچیں وہاں سجداتِ شب

دن کو جب ڈھونڈیں صراطِ مستقیم
کیوں نہ حاصل ہم کریں حسناتِ شب

قدر کی شب نے دیا پیغام یہ
ایک جیسے تو نہیں درجاتِ شب

خوب چہرے پر جو اطمینان ہے
دن کو آتے ہیں نظر ، اثراتِ شب

نشّہ دن بھر جو نہیں پورا ہوا
میکدے کو چل دیے حضراتِ شب

ڈرتے ڈرتے دن گزاریں متّقی
کب انہیں لاحق رہیں خطراتِ شب

غفلتوں کے ہم اتاریں گر لحاف
جاگ کر پائیں گے ہم ثمراتِ شب

ذکر ہم نے کر دیا تھوڑا بہت
اور گنوائیں گے کیا برکاتِ شب

رات بھر طارق یہی کی ہے دعا
ڈھانپ لے مولا سبھی عوراتِ شب

....

غزل

نہیں یہ زیب دیتا ، غیر کو دل میں بٹھا رکھنا
تجھے گر دیکھنے ہوں خواب ، آنکھوں کو کھلا رکھنا

یہی رسم و روایت ہے ، تقاضا عقل کا بھی یہ
بڑے لوگوں سے ملنا ہو تو دروازہ بڑا رکھنا

ہمارے ساتھ وابستہ رہو گے تو بھلا ہو گا
جہاں میں ہم کہیں جائیں ، مسلسل رابطہ رکھنا

سنا ہے شہر میں کچھ اجنبی ، مہمان آئے ہیں
کہیں ان کو ہماری ہو ضرورت ، یہ پتہ رکھنا

صنم خانوں کے بُت بھی اب اشاروں میں یہ کہتے ہیں
ہمارا کیا بھروسہ ہے ، نہ ہم پر آسرا رکھنا

عجب ہے یہ اکیلے ہی چلے جانا سفر پر تو
ٹھہرنا ہو تو اپنے ساتھ کوئی رہنما رکھنا

بڑے دعوے سے کہتے ہو چلو گے دُور تک طارقؔ
تو جس کے ساتھ چلنا ہے ، بڑا اب حوصلہ رکھنا

••••••••

جزیرہ کاس، یونان

غزل

ہجر کی شب آنسوؤں سے آنکھ کو دریا نہ کر
یوں کسی کی یاد میں تُو رات دن تڑپا نہ کر

ظرف اعلیٰ ہو تو کچھ اظہار ہونا چاہئیے
گھونٹ دو پی کر کہیں ایسے یہاں ڈولا نہ کر

قیس کیا سکھلائے گا تُجھ کو سنورنے کا طریق
عشق کی اقدار لیلیٰ سے کبھی سیکھا نہ کر

رحمتِ باری سے مایوسی نہیں ، امّید رکھ
اس کے در سے دور ہو کر در بدر بھٹکا نہ کر

یوں سرِ بازار ، اظہارِ تعلق کے لئے
تُو نگاہیں پھیر کر ایسے مجھے رسوا نہ کر

ابتدا سے انتہا تک جو نظر آیا مجھے
تیرے سب خادم ہیں اعلیٰ ، مجھ کو تُو ادنیٰ نہ کر

طارق اپنی زندگی گزرے جو اس کی چاہ میں
ہے یہی کافی بس اب کچھ اور تُو مانگا نہ کر

....

غزل

تازہ غزل ہوں ، نشرِ مکرّر نہیں ہوں میں
بگڑا ہوا کسی کا ، مقدّر نہیں ہوں میں

ہر دل عزیز ہوں ، سبھی ہیں جانتے مجھے
نازک سا آئنہ ہوں کہ پتھر نہیں ہوں میں

میرا گزر چمن سے ، تعلّق گُلوں سے ہے
کہتا ہے کون بادِ معطّر نہیں ہوں میں

دامن میں ہیر رانجھے ہیں ، لیلیٰ کا بھی ہے ذکر
کھو دے جو عقل پی کے ، مُخمّر نہیں ہوں میں

ہوتا ہے ذکر حسن کا ، قصّے بھی عشق کے
محدود ، حسن و عشق کے اندر نہیں ہوں میں

کرتے ہیں جب احاطہ مضامین مختلف
محدود ہوں تو اتنی مغیّر نہیں ہوں میں

آزاد شاعری کے میں ہتھّے نہیں چڑھی
گو حوصلہ ہے اتنی مخیّر نہیں ہوں میں

اپنایا شاعروں نے مجھے حمد و نعت میں
ہے عاجزی زباں پہ ، مکبّر نہیں ہوں میں

طارق اگرچہ ذکرِ غزالاں ہے چاشنی
کوئی سمجھ نہ لے کہ مطہّر نہیں ہوں میں

....

یونان

غزل

پا لیا ہے جب سے ہم نے راز اُس کے پیار کا
کھل گیا دروازہ ہم پر حسن کے اَسرار کا

ہم تو اُس پر مر مٹے ہیں دیکھ کر اس کے نشاں
حال کیا ہو گا اگر موقع ملا دیدار کا

ایک اک نظّارہ ، دل کو تھام کر دیکھوں جسے
بہتی دامن میں ندی یا راستہ کُہسار کا

ساحلوں پر سر پٹکتی موجیں یہ پیغام دیں
کیا نہیں موقع یہ اُس کے کبر کے اظہار کا

چاند میں کچھ اس کا جلوہ تو نظر آئے مگر
آئنہ ہے وہ فقط اُس حسن کے شہکار کا

وہ شبِ دیجور سی زلفیں اشارہ کر گئیں
سر کو جھٹکا تو ملا حل عقدۂ دُشوار کا

زندگی غفلت میں بیتی جا رہی ہے ہر گھڑی
کون جانے کس کو ہوش آئے گا اِن افکار کا

طارق اب بے چین رہتا ہے سکوں پائے نہ دل
جب تلک جلوہ نہ ہو جائے کسی دلدار کا

....

یونان

غزل

جھیل سی نیلی آنکھوں کی تعریف جو کی تو کیا ہو گا
کالی ناگن زلفوں کی توصیف جو کی تو کیا ہو گا

گرچہ اپنے مطلب کو الفاظ نہیں تبدیل کئے
تم نے اس کے مطلب میں تحریف جو کی تو کیا ہو گا

شُہرت کو اہمیّت دی اور بھُولے یہ پوچھے گا کوئی
جھوٹی سچی لکھ لکھ کر تصنیف جو کی تو کیا ہو گا

رحمی رشتے توڑ کے تو نے ہاتھ ملائے دشمن سے
چھوڑا عدل کو ورثے میں تنصیف جو کی تو کیا ہو گا

مانا تم نے خدمت کی کچھ بھولے بھٹکے لوگوں کی
دیکھ کے ٹوٹے دل تم نے تالیف جو کی تو کیا ہو گا

جانتے ہو کیا کیا کِیا اور کیا نہ کِیا پھر بھول گئے
اس نے اگر دینے میں سزا تخفیف بھی کی تو کیا ہو گا

پڑ کے دنیا داری میں ہے وقت اپنا بر باد کیا
دین میں رفتہ رفتہ یوں ☆تصریف جو کی تو کیا ہو گا

طارق تھی ہمدردیٔ بے جا ، کس کس کو ناراض کِیا
حشر کی یاد دلائی کچھ ☆تخویف بھی کی تو کیا ہو گا

••••••••

☆تصریف: گمراہی تنزل
☆ تخویف: خوف دلانا

غزل

آنکھوں سے کبھی دل میں اتر کیوں نہیں جاتا
آتا ہے گلی میں ، مرے گھر کیوں نہیں جاتا

زیتون کے پتے لئے آیا ہے پرندہ
سیلاب ، محبّت کا اتر کیوں نہیں جاتا

پتوار تو کشتی سے چلے تیز سفر میں
رستے میں جو آتا ہے بھنور کیوں نہیں جاتا

مدّت ہوئی چھوڑے ہوئے دنیا کی لگن تو
جیون میں ہے جو مدّو جزر کیوں نہیں جاتا

بے وقت چلا جاؤں گا ، تکلیف تو ہو گی
خوش ہو گے پتہ کر کے اُدھر کیوں نہیں جاتا

چپکے سے کسی شام ، چلے آؤ گے ملنے
سپنا مری آنکھوں سے یہ دن بھر نہیں جاتا

منزل تھی نظر میں تو چلے راہ گزر پر
جب وصل ہوا ہے تو سفر کیوں نہیں جاتا

جیون میں کبھی عُسر ، کبھی یُسر مقدّر
آہوں کا مری اب بھی اثر کیوں نہیں جاتا

آہٹ سے مرے آنے کی ہے اس کو توجّہ
جھک جانے کو چوکھٹ پہ یہ سر کیوں نہیں جاتا

ملتے رہے اِخلاص ، لئے دل میں ہر اک سے
طارقؔ وہ چلے جائیں گے ڈر کیوں نہیں جاتا

....

غزل

عمر گزری ہمیں اس بات کا عرفاں ہوتے
فِکرِ دُنیا رہی کیونکر ترے ، رحماں ہوتے

ہم وفا کرنے کا وعدہ ہی نبھا پاتے اگر
ہم کہیں اور نہ جاتے ترے مہماں ہوتے

صبر کرنا تو ہمیشہ سے تھی عادت اپنی
پُورے دشمن نے کئے ظلم کے ارماں ہوتے

ہجر میں ہم نے گزاری ہیں جو مشکل گھڑیاں
تُو جو مل جاتا ، کئی درد کے درماں ہوتے

آرزو دل میں رہی تجھ کو بلاتے گھر میں
تُو جو آ جاتا یہاں جشن کے ساماں ہوتے

کُچھ نہ کچھ تیری محبت کا اثر ہے ورنہ
لوگ بے ساختہ یوں تجھ پہ نہ قُرباں ہوتے

آشنا ذات سے تیری نہیں دشمن ورنہ
حوصلہ دیکھ کے تیرا ، وہ تو حیراں ہوتے

دیکھ پاتے جو کبھی ایک بھی جلوہ تیرا
حُسن کو دیکھ کے انگُشت بدنداں ہوتے

ہاتھ میں دے جو خزانے اسے انکار کریں
ہوں گے کچھ لوگ پر اتنے نہیں ناداں ہوتے

طارق اب اور کہیں ڈھونڈ ٹھکانہ اپنا
بھیڑ میں رہ کے نہیں سوچوں میں غلطاں ہوتے

••••••••

غزل

اوّل اوّل ہوئی تخلیقِ بشر ، پانی میں
تھا شجر پہلے ، گرا جس کا ثمر پانی میں

تیری تعریف کریں دیکھ کے اپنا چہرہ
عکس اپنا جو کبھی آئے نظر پانی میں

ہم سے کیا دور گئے دل سے بھُلا بیٹھے وہ
کس کو معلوم تھا ، اتنا ہے اثر پانی میں

وہ جو طغیانی میں تیراکی کا فن جانتے ہیں
وہ اتر جاتے ہیں بے خوف و خطر پانی میں

آسرا جینے کا صحرا میں نہ دے بن کے سراب
تجھ سے یہ کس نے کہا ڈوب کے مر پانی میں

چاند ہر روز اسے اپنی طرف کھینچتا ہے
وہ سمندر ہے رہے ، مدّ و جزر پانی میں

جھیل کے چاروں طرف وہ جو شجر رہتے ہیں
منتظر ہوتے ہیں دیکھیں وہ قمر پانی میں

پا ر لے جانا ہو ناؤ میں ، جنہیں لوگوں کو
وہ تو دن رات رہیں ، شام و سَحَر پانی میں

کم بہت لوگوں کو رونے کا سلیقہ آیا
بہہ گئے کتنے ہی یاں لعل وگہر پانی میں

طارقؔ آثارِ محبّت میں ہے ، پانی کا شُمار
جب بہے آنکھ سے ، ہوتا ہے اثر پانی میں

....

غزل

کل گیا کوئی ، کوئی آج چلے جانا ہے
زندگی تیرا فقط اتنا سا افسانہ ہے

کوئی احسان تمہارا نہیں لوٹا پایا
اس کے بدلے میں نہیں علم کہ کیا پانا ہے

سب گلے شکوے یہیں پر ہیں دھرے رہ جانے
اور پھر لوٹ کے کب کس نے یہاں آنا ہے

لوگ بدلیں گے ، زمانے کو بدلنا ہو گا
منقلب دور زمانے نے یہاں لانا ہے

حادثے تم پہ جو گزرے ہیں انہیں بھول گئے
تم تو کہتے ہو زمانے کا بھی غم کھانا ہے

بات کچھ روز کی ہے اور بھی ہنس لو ہم پر
ہم سے کیا کیا نہ ہوا تم نے ہی چلّانا ہے

جانتے ہیں کہ ہمیں ہوں گے نشانہ تیرا
زندگی اور بھی کیا کوئی ستم ڈھانا ہے

کہکشاؤں سے پرے دیکھی تھی منزل اپنی
جب ملے خاک سے پھر خاک کو پہچانا ہے

طارق آغازِ محبّت میں بتایا تھا گیا
تم نے جاں دینے کو آسان بہت جانا ہے

....

غزل

تُو ہے ساقی ، سبھی بتاتے ہیں
تیرے گھر جام پینے آتے ہیں

آئینہ عکس جب دکھاتا ہے
خود سے آنکھیں بھی ہم چراتے ہیں

لیلیٰ لیلیٰ کی دشتِ وحشت میں
مثلِ مجنوں صدا لگاتے ہیں

عقل والوں کا مسئلہ یہ ہے
دور کی کوڑی کھینچ لاتے ہیں

ہم تری ذات میں فنا ہو کر
کیا گنواتے ہیں، تجھ کو پاتے ہیں

ہاں ترا انتظار ہوتا ہے
دل کے آنگن کو جب سجاتے ہیں

جن کی خاطر دعا تُو فرمائے
خالی کب لوٹ کر وہ آتے ہیں

دامنِ عشق اب مرا بھر دے
لوگ عاشق پہ مسکراتے ہیں

منع کرتے تھے مجھ کو پڑھنے سے
جامعہ میں وہ اب پڑھاتے ہیں

ہم نے طارق سنا ہے عشق میں وہ
سرخرو ہوں جو جاں لُٹاتے ہیں

....

غزل

وہ جو تیرے دھیان میں کچھ ہے
فائدہ کیا گیان میں کچھ ہے ؟

یہ بھی سوچا کہ ہو گا کیا انجام
وصل اس کا گمان میں کچھ ہے ؟

ہاں ملے گی وہاں شرابِ طہور
ذکر اگلے جہان میں کچھ ہے

ان دنوں پھر تمہاری یاد آئی
زندگی امتحان میں کچھ ہے

لوگ آئیں گے خود بخود سننے
گر محبّت زبان میں کچھ ہے

لطف اٹھائیں گے سب اسے سُن کر
گر کہا تیری شان میں کچھ ہے

تیری خاطر اگر کیا جائے
فائدہ اُس زیان میں کچھ ہے

تُو نے سوچا بھی ہے کبھی طارق
تُو بھی کیا لامکان میں کچھ ہے؟

••••••••

غزل

زخم و مرہم میں شناسائی کہاں سے آئی
مرنے والے کو مسیحائی کہاں سے آئی

عاشقوں کو کہاں عزّت سے بٹھایا جائے
ان کی قسمت میں پذیرائی کہاں سے آئی

وقتِ رُخصت ہے تو یوں لوگ ہیں رنجیدہ کیوں
پھر کسی ہاتھ میں شہنائی کہاں سے آئی

تیری محفل بڑی آباد ہوا کرتی تھی
راس پھر تجھ کو یہ تنہائی کہاں سے آئی

لوگ سر دھُنتے ہیں تقریر پہ تیری کیونکر
یہ بتا تجھ کو یہ گویائی کہاں سے آئی

تجھ سے اٹھا بھی نہ جاتا تھا کہ جب وہ آئے
لوگ کہتے ہیں توانائی کہاں سے آئی

مجھ سے اربابِ سخن جانے یہ کیوں پوچھتے ہیں
تجھ کو یہ قافیہ پیمائی کہاں سے آئی

عرش والے کی ہے یہ خاص عنایت طارق
ورنہ قسمت میں یہ رُسوائی کہاں سے آئی

••••••••

غزل

بات کرنے سے تم جھجکتے ہو
دشمنی پر ہی ناز کرتے ہو

جاں کا نذرانہ کیوں یہ پیش کریں
کُشتگانِ وفا سے جلتے ہو

کوئی اہلِ خرَد سی بات کرو
ہم پہ الزام یوں ہی دھرتے ہو

خود کو محصور کر لیا تم نے
قید سے بھی کہاں نکلتے ہو

دامنِ عشق تار تار کِیا
جھولیاں نفرتوں سے بھرتے ہو

شہر کی ہر گلی میں خطرہ ہے
لے کے تلوار اب نکلتے ہو

آتشِ شوق کیسے بھڑکے گی
دیکھتے ہی جو اس سے ڈرتے ہو

کیا تمہیں کچھ نہیں وہ بتلاتا
آئینہ دیکھ ، خود بھی ہنستے ہو

ہم نے طارق دیا پیام اُس کو
کیا یہ بسنا ہے ؟ تم جو بستے ہو

••••••••

غزل

کتنے مخمور ہیں ، محفل میں ترے آنے سے
پی ہے دو گھونٹ ترے سُرمگیں مینخا نے سے

لوگ کہتے ہیں جو دیوانہ انہیں کہنے دے
مجھ کو مطلب ہے فقط تیری رضا پانے سے

منتظر اور ہے اس پار جہاں تیرے لئے
فرق کیا دنیا میں پڑتا ہے ترے جانے سے

تیری تخلیق عبث تو نہ ہوئی تھی آخر
یاد رکھ کوئی تو مقصد تھا یہاں لانے سے

دور تک پھیلا ہوا جو ہے ثمر دار شجر
تخم ریزی تو ہوئی اس کی بھی اک دانے سے

فکرِ فردا سے ہو آزاد ، اسے آج اُٹھا
بوجھ کل کون اتارے گا ترے شانے سے

باغباں ہم تھے، سمجھتے ہیں وہ اب خارِ چمن
پیڑ سے کیا انہیں مطلب تو ہے پھل کھانے سے

خوابِ غفلت سے جگایا تو برا مان گئے
شکوۂ سمع خراشی ہے مرے گانے سے

طارق ہم ان کی محبّت میں ہوئے نغمہ سرا
تیغ ہم پر ہی نظر آتے ہیں وہ تانے سے

••••••••

غزل

جب کوئی خال خال جانتا ہے
وہ مرا بال بال جانتا ہے

لب ہلانا بھی کیا ضروری ہیں
جب دلوں کا وہ حال جانتا ہے

عزّتِ نفس کا ہُوا سودا
غیرتوں کا وبال جانتا ہے

مجھ پہ آیا جو ترس پوچھے وہ
اور کیا کیا کمال جانتا ہے ؟

کون کیسی نظر سے دیکھے گا
اُس کا حسن و جمال جانتا ہے

عشق اور وہ بھی میں کروں اس سے
کیا ہے میری مجال جانتا ہے

رابطہ ٹوٹ جاتا تھا
ہو گیا ہے بحال جانتا ہے

اب تو چاروں طرف نجیبوں کا
پڑ گیا کیسا کال جانتا ہے

کوئی چلتا نہیں بہانہ اب
ہے یہ کتنا محال جانتا ہے

خوف اس کو کوئی نہیں ہو تا
صرف اس کو جو ڈھال جانتا ہے

فکرِ دنیا کرے گا وہ کیونکر
اس کا سب جان و مال جانتا ہے

کام آتی ہے اس کی ستّاری
ہر کوئی اپنا حال جانتا ہے

وہ جو نغمہ سرا ہو ، سب سُن لیں
سُر وہ سارے وہ تال جانتا ہے

طارق آؤ کریں جو وہ کہہ دے
وہ تو سب قیل و قال جانتا ہے

••••••••

غزل

آسماں تک رسد نہیں ہوتی
جب محبّت اشدّ نہیں ہوتی

عشق کی صبر آزمائش ہے
ضبط کی کوئی حد نہیں ہوتی

پاؤں چھُوتی ہے بچھ کے قدموں میں
گھاس گو سرو قد نہیں ہوتی

جب بھروسہ ہو اپنی طاقت پر
پھر خدا کی مدد نہیں ہوتی

باعثِ دشمنی، جہالت ہے
ورنہ فطرت تو بد نہیں ہوتی

وہ جو کرتے نہیں سوال کبھی
کیا ضرورت بصد نہیں ہوتی

ہو نہ آزاد فیصلوں میں جو
بات اس کی سند نہیں ہوتی

آنکھ جب تک نہ کھول دی جائے
روشنی تا ابد نہیں ہوتی

عشق ہی کودتا ہے آتش میں
اس کی قائل خِرَد نہیں ہوتی

دل سے نکلی ہو ، شرط ہے طارقؔ
وہ دُعا پھر تو رد نہیں ہوتی

غزل

وقتِ شب خود سپردگی کر دے
یوں فنا خاک میں خودی کر دے

چھا رہا یاس کا اندھیرا ہے
صبحِ امّید ! روشنی کر دے

آسماں کی طرف نگاہیں ہیں
دور ساری یہ تیرگی کر دے

حوصلے پست ہوتے جاتے ہیں
گرتی ہمّت کو پھر کھڑی کر دے

دل پہ کب سے خزاں کا عالم ہے
کچھ تو موسم کی تازگی کر دے

کوئی برسات غیب سے برسا
ڈال امّید کی ہری کر دے

جب کسی کا ضمیر چھن جائے
عقل کی قید سے بری کر دے

کس کو تنہائیاں عزیز ہوئیں
دشت میں کون دل قوی کر دے

ہجر ہے اور فراق کا عالم
دن بدل ، وصل کی گھڑی کر دے

کہہ دے طارق تجھے جو کہنا ہے
تجھ کو تیرا خدا ، جری کر دے

....

غزل

فرق بینائیوں سے لگتا ہے
زخم رُسوائیوں سے لگتا ہے

شہر میں لوگ سہمے رہتے ہیں
ڈر جو تنہائیوں سے لگتا ہے

جانے کب چھینک دے کنویں میں کون
خوف سا بھائیوں سے لگتا ہے

ڈھل گیا وقت کا بھی سورج اب
دیکھ ، پرچھائیوں سے ، لگتا ہے

آنے والا ہے کوئی گلشن میں
چمن آرائیوں سے لگتا ہے

جیسے منزل قریب آئی ہے
اتنی چڑھائیوں سے لگتا ہے

تہہ میں دریا بھی بہہ رہا ہو گا
دور تک ، کھائیوں سے لگتا ہے

مر مِٹے ، دیکھ کر وفا یہ دل
کب یہ ہرجائیوں سے لگتا ہے

کوئی دل میں اگر اتر جائے
پاؤں گہرائیوں سے لگتا ہے

عشق آیا نہیں ہے راس جسے
تلخ ، دانائیوں سے لگتا ہے

کوئی بارات لے کے آیا ہے
دُور ، شہنائیوں سے لگتا ہے

طارقؔ اُس کی نظر پڑی ہو گی
تیری رعنائیوں سے لگتا ہے

••••••••

غزل

دھیرے سے زیرِ لب ہی یوں مسکائیے نہیں
دادِ سُخن بھی دیجئے ، شرمائیے نہیں

کس کو پتہ چلے گا اگر بول ہی نہ پائے
ہم کو وہ کہہ رہے ہیں کہ سمجھائیے نہیں

خود اپنے آپ آئے جو کر لیجئے قبول
دامن کسی کے سامنے پھیلائیے نہیں

ہم نے تو کام ، عقل سے لینے کی ،بات کی
اس بات کی طرف تو کبھی جائیے نہیں

مے خانے میں جو رات ملاقات ہو گئی
کھل پائے گا نہ راز یہ گھبرائیے نہیں

سُن کر دلیل بات مری مان جایئے
وعدے سے اپنے ایسے مُکر جایئے نہیں

بنتا کوئی جو کام ہو تو رخنہ ڈالئے
لیکن کسی کے کام کبھی آیئے نہیں

بوئی نہیں جو فصل زمیں پر چلا کے ہل
اس کو تو آسمان پہ بھی پایئے نہیں

بویا اگر نہ پیڑ ثمر دار کوئی یاں
پھل اس کا جاکے اگلے جہاں کھایئے نہیں

مشکل میں کام آئے ہمی ، آپ کے جناب
لیکن کسی کو بات یہ بتلایئے نہیں

لایا نہیں ہوں حرفِ شکایت زبان پر
منہ بات بات پر مرا کھلوایئے نہیں

جھنجوڑنے کی دیں گے وہ طارق کڑی سزا
رہنے دیں محوِ خواب انہیں جگایئے نہیں

....

غزل

یہ تو ایسی نہیں ہے بات نئی
روز ہوتی ہے شہ کو مات نئی

دل پہ پہرے بٹھا کے رکھے تھے
ہو گئی کوئی واردات نئی

خوں نہتّوں کا روز بہتا ہے
کب شہیدوں کی ہے برات نئی

دھوکہ دینا ہے ایک چالاکی
چال آئی ہے اس کے ہاتھ نئی

کب پذیرائی اس کو ملتی ہے
وہ جو تحقیق لائے ساتھ نئی

اب وہ تعبیر چاہے مرضی کی
رویا دیکھی ہے جس نے رات نئی

ناک نقشہ بدل گیا ہے اب
گرچہ لگتی نہیں ہے ذات نئی

اوڑھنی سر پہ کیوں نظر آئے
وہ تو اپنائیں گے حیات نئی

ہے ترقّی کے نام پر فتنہ
ڈھونڈی شیطاں نے اب ہے گھات نئی

اب تجارت ہو ، اَور سکّوں سے
اُس میں سونا نہ کوئی دھات نئی

اگلے وقتوں کے لوگ ہم طارق
کیوں سُنیں کوئی واہیات نئی

....

غزل

خزاں جو موسمِ غم کی ، گزار آئی ہے
چمن کو رحمتِ باراں ، نکھار آئی ہے

ملے گی منزلِ مقصود چلنے والوں کو
خرابی رہ میں اگرچہ ہزار آئی ہے

ملی ہے صبر کی تعلیم ہم کو قرآں سے
ہدایت اس کے لئے ، بار بار آئی ہے

خدا کے نور سے روشن ہوئے ہیں دل اپنے
نصیب میں تھی عدو کے ، جو نار آئی ہے

اٹھی تھی قلبِ مسیحا سے جو دُعا دیکھو
نصیب عرش پہ جا کر سنوار آئی ہے

نگاہ ڈال کے دیکھا ہے قُرب میں اپنے
دلوں میں شکر کے جذبے اُبھار آئی ہے

سہارا ، ٹوٹے دلوں کو دیا ، خلافت نے
اداس چہروں پہ لے کر وقار آئی ہے

صدا کے ساتھ ہی تصویر آئی گھر گھر میں
ہوا کے گھوڑے پہ ہو کر سوار آئی ہے

ہیں کان منتظر اب تو ندا یہ سننے کو
خدا کے فضل و کرم سے بہار آئی ہے

خبر ملی ہے یہ طارقؔ کہ ہو گی دید نصیب
خوشی بھی غم کی حدیں کر کے پار آئی ہے

••••••••

غزل

تیری الفت میں ورے ، سود و زیاں سے جاؤں
دعویٔ عشق میں یا ، اپنے بیاں سے جاؤں

خون آشام فضا ، رقص میں وحشی پاگل
راستہ ہو گیا دشوار ، کہاں سے جاؤں

غیر سے کیا کریں شکوہ جو بنا دے مسجد
جب وطن جاؤں میں اپنے تو اذاں سے جاؤں

سنگ دل کرتا ہے کیا اتنا عبادت کا غرور
میں ترے گھر بھی اگر جاؤں تو جاں سے جاؤں

میرے اندازِ تکلّم پہ تُو قدغن نہ لگا
دل ہے ، پتھر تو نہیں ، طرزِ فغاں سے جاؤں

دور رکھتی ہے تجھے حق سے فقط بد ظنّی
سوچ ! کر لوں جو یقیں ، وہم و گماں سے جاؤں

بد زبانی سے وہ جذبات مرے بھڑکائے
چاہتا ہو گا کہ میں حسنِ بیاں سے جاؤں

گھر میں چور آنے کا دھڑکا تو لگا رہتا ہے
در کھلا چھوڑ کے اپنا جو مکاں سے جاؤں

کون ہے تیرے سوا ، میرا سہارا مولیٰ
میں کہاں جاؤں اگر تیری اماں سے جاؤں

کوئی چارہ نہیں طارق جو محبّت کے سوا
دل میں ہو ایک خدا ، عشقِ بتاں سے جاؤں

....

غزل

" خداوندا ترے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں "
نہ آشائیں تمنّائیں ، فقط حسرت، ٹھہر جائیں

لٹا بیٹھے ہیں اپنی زندگی ساری ، کہ بچ جائیں
وہ گھر جس کے لئے دنیا میں ہو وہ در بدر جائیں

بسیرا کر لیا ہے کیوں چمن میں ان خزاؤں نے
انہیں کہہ دو ، یہ موقع دیں تو ہم بھی اپنے گھر جائیں

نہیں ملتی ہے کوئی کامیابی ظلم کرنے سے
بُرا انجام ہوتا ہے ، انہیں کہہ دو سُدھر جائیں

صفائی میں مجھے کب بولنے کی کچھ اجازت ہے
وہ سب اپنے گنہ لیکن مرے کاندھے پہ دھر جائیں

ہماری ہو کمی محسوس محفل میں نہ آنے سے
کچھ ایسے زندگی ہم بھی یہاں کر کے بسر جائیں

نری باتوں سے قائل کون ہوتا ہے ذرا سوچو
عمل ہوں وہ ، کسی کے دل پہ کر کے جو اثر جائیں

ہمیں تو باغبانی کا خدا نے کام سونپا ہے
ثمر دیں اور سایہ دیں ، لگا کر وہ شجر جائیں

ذرا سی دیر کو طارقؔ ، ہماری آزمائش ہے
خدا کا نام لیتے ہیں ، تو کیوں غیروں سے ڈر جائیں

••••••••

غزل

دیں پہ حاوی ، جہاں ایوان ہوا جاتا ہے
باعثِ نوحۂ سلطان ہوا جاتا ہے

یاد رکھ تیری دو چار ہیں سانسیں باقی
اب یہ جیون ترا مہمان ہوا جاتا ہے

یاد ہے دیکھا کسی کو تو ہوئی پہلی غزل
اب مکمّل مرا دیوان ہوا جاتا ہے

وہ بسا ہے مری دھڑکن ، مرے انفاس میں بھی
دل ہی کیا اب وہ مری جان ہوا جاتا ہے

باعثِ فخر ہے قربانی کہ اُس کی رہ میں
جان دینا ہی مری شان ہوا جاتا ہے

رہنما خود کو جو کہلائیں، انہیں دیکھے تو
آج شرمندہ مسلمان ہوا جاتا ہے

یہ مضامین ہر اک پر نہیں نازل ہوتے
شعر میرا ، مری پہچان ہوا جاتا ہے

طارقؔ آسائشِ دنیا سے مجھے کیا مطلب
جادۂ تنگ ، مرا مان ہوا جاتا ہے

••••••••

غزل

جو آئے کام کرنے ، اب سمندر پار رہتے ہیں
وہاں بےکار تھے جو اب یہاں بیکار رہتے ہیں

خدا جانے اثر ماحول کا ہے یا ہوا کا ہے
جو دشمن تھے یہاں آپس میں کر کے پیار رہتے ہیں

پھٹکنے بھی نہ دیتے تھے وہاں نزدیک جو اپنے
انہی گلیوں میں آ کر وہ ، بڑی سرکار رہتے ہیں

جنہیں بھاتے تھے ساون ، بدلیاں ، برسات کے موسم
یہاں آ کر اسی موسم سے وہ بیزار رہتے ہیں

جو ڈگری کے مطابق کام کرنے پر نہ تھے راضی
وہ شوفر بن کے سڑکوں پر سرِ بازار رہتے ہیں

جوانی کاٹ دی ساری ہے دولت جمع کرنے میں
ادھیڑ عمری میں لاحق ان کو اب آزار رہتے ہیں

حکومت کی مدد پر ہی گزارا کرنے والے بھی
بہت سے ڈگریوں والے پسِ پندار رہتے ہیں

خبر اُن کو نہیں ہوتی ، ہیں کیسے ان کے ہمسائے
کہ ہیں وہ کون جو ان کے پسِ دیوار رہتے ہیں

شکایت ہے بلا لیتے ہیں جو ماں باپ کو اپنے
کہ بوڑھے والدین ان کے یہاں لا چار رہتے ہیں

کہیں شکوہ یہ ہوتا ہے بہت خود سر ہوئے بچّے
کہ بچپن سے یہاں بچّے تو خود مختار رہتے ہیں

غنیمت ہے کسی کو کوئی کافر بھی نہیں کہتا
یہاں چاروں طرف گرچہ سبھی کفّار رہتے ہیں

انہیں طارق تسلّی ہے جو ہجرت کر کے آ بیٹھے
یہاں انسار کرنے کو مدد تیّار رہتے ہیں

....

غزل

کیسے اثر ہوتا مِیاں
شیریں کرو لہجہ مِیاں

کھاتا نہ وہ قسمیں کبھی
ہوتا اگر سچا مِیاں

دل کی نگہ سے دیکھ کر
ہوتا نہیں دھوکہ مِیاں

کب آسماں سے آج تک
کوئی بتا اترا مِیاں

بنتے گئے قصّے مرے
ہوتے گئے رسوا مِیاں

جاتے ہوئے اس نے کہا
ملتے ہیں پھر "اچھا" مِیاں

زاہد یہاں مت دل لگا
دو دن کا ہے میلہ مِیاں

••••••••

غزل

یوں تو اب قربانیوں کی انتہا ہونے کو ہے
پر خدا کا بابِ رحمت بھی تو وا ہونے کو ہے

پھیلتی جاتی ہے دینِ حق کی لو جو ہر گھڑی
روشنی کا اک سمندر ، ہر جگہ ہونے کو ہے

تھے فلک پر جہل و ظلمت کے جو بادَل چھا گئے
رحمتِ باراں خدا کی ، اب گھٹا ہونے کو ہے

آگیا ہے اب مسیحا لے کے مرہم علم کی
دیکھ لینا اب ، مریضوں کو شفا ہونے کو ہے

نصرتِ اسلام کے طالِب جو ہیں اِخلاص سے
ایسے بندوں کی قبول اب یہ دُعا ہونے کو ہے

پھیلتے جاتے وساوس ہیں جو کفروشرک کے
اب دمِ عیسٰی سے وہ ، ردِّ بلا ہونے کو ہے

امن کی ہو گا ضمانت ، اس کو جب مانیں گے لوگ
سارے عالم کا خلیفہ رہنما ہونے کو ہے

پھر حکومت ہو گی قائم عدل اور انصاف کی
اس کے دم سے انقلاب اب تو بپا ہونے کو ہے

طارق آتا ہے زمانہ نیک پائیں گے جزا
دیکھ لینا دُشمنوں کو اب سزا ہونے کو ہے

••••••••

یونان

غزل

تُو ہے ساقی ، سبھی بتاتے ہیں
تیرے گھر جام پینے آتے ہیں

آئینہ عکس جب دکھاتا ہے
خود سے آنکھیں بھی ہم چراتے ہیں

لیلیٰ لیلیٰ کی دشتِ وحشت میں
مثلِ مجنوں صدا لگاتے ہیں

عقل والوں کا مسئلہ یہ ہے
دور کی کوڑی کھینچ لاتے ہیں

ہم تری ذات میں فنا ہو کر
کیا گنواتے ہیں، تجھ کو پاتے ہیں

ہاں ترا انتظار ہوتا ہے
دل کے آنگن کو جب سجاتے ہیں

جن کی خاطر دعا تُو فرمائے
خالی کب لوٹ کر وہ آتے ہیں

دامنِ عشق اب مرا بھر دے
لوگ عاشق پہ مسکراتے ہیں

منع کرتے تھے مجھ کو پڑھنے سے
جامعہ میں وہ اب پڑھاتے ہیں

ہم نے طارق سنا ہے عشق میں وہ
سرخرو ہوں جو ، جاں لُٹاتے ہیں

....

مصرع طرح
" تم بھی اگر ہو اس کے خریدار کچھ کہو "
مرزا محمد رفیع سودا

غزل

کتنی ہے زندگی ہوئی دشوار کچھ کہو
عالم میں جنگ کے ہوئے آثار ، کچھ کہو

یوسف تو آگیا سرِ بازار کب سے ہے
"تم بھی اگر ہو اس کے خریدار کچھ کہو"

تم ظلم دیکھ کر بھی ہو خاموش کس طرح
کہتے ہو خود کو تم بھی تو خود دار ، کچھ کہو

آیا ہے اور بھی کوئی میدانِ جنگ میں؟
دشمن نے ہر طرف سے کی یلغار ، کچھ کہو

کانوں پہ جوں بھی رینگتی دیکھی نہیں کہیں
ہم سے ہی کہہ رہے ہیں کہ بے کار ، کچھ کہو

سچ بولنا صحافتی دنیا میں جُرم ہے
لکھنے لگے ہیں جھوٹ کے انبار ، کچھ کہو

سب بحر و بر فساد کی زد میں ہیں دِکھ رہے
اک ہم ہی تو نہیں ہیں گنہ گار ، کچھ کہو

ساری صدائیں کر چکا خاموش اب عدو
امّت کے ایک تم بچے غم خوار ، کچھ کہو

آنکھوں کے سامنے ہوا ہے ظلم اس قدر
دکھ کا ہوا ہے سرسری اظہار ، کچھ کہو

رنگین خون سے ہے فلسطیں کی سرزمیں
کیسے بنے گا یہ لہو گلزار ، کچھ کہو

امید مغفرت کی لئے آگئے ہیں ہم
آشاؤں کے محل نہ ہوں مسمار ، کچھ کہو

طارق زبانِ حال حقیقت بیاں کرے
ہر کام ہو گیا ہے پُر اسرار ، کچھ کہو

••••••••

غزل

چشمِ بینا کو نظر آئے وہ جلوہ پیار کا
محوِ حیرت ، دیکھ کر احسان ہے ، سرکار کا

تھا جو اسماعیل میں مادہ اطاعت کا بھرا
ہو گا بچہ بھی تو مظہر ، باپ کے کردار کا

لوگ کہتے ہوں اگر شوریدہ سر اور خود غرَض
کون موقع ڈھونڈتا ہے ، لطف کے اظہار کا

جانتا کوئی نہیں ہے اس کے اسرار و رمُوز
راز داں کوئی نہیں ، قدرت کے کاروبار کا

چاند ، سورج سے منوّر ہو کے لگتا ہے حسیں
اور نظّارہ ستاروں میں اُسی چمکار کا

حسنِ یوسُف میں نظر آئی تھی اک تیری جھلک
تھے محمّد ایک اُسوہ ، حسن کے شہکار کا

دل کا اطمینان کھویا ، ہم نے جب کھویا تجھے
ذکر کس سے اب کریں گے ہجر کے آزار کا

آتی جاتی سانس بھی مرہونِ منّت ہے تری
تیرے بِن کیسے گزارا ہو دلِ بیمار کا

ہر گھڑی ہے رابطہ جب تک کہ دم میں دم ہے یہ
دل کی دھڑکن نام لیتی ہے اسی دلدار کا

زندگی کی ناؤ ہاتھوں میں ہے جس کے ، نا خُدا
فیصلہ کرتا ہے ، چن کر راستہ ، پتوار کا

سائباں بن کر ہمیشہ کے لئے رہتا نہیں
اعتبار آئے گا کیا پھر چرخِ نا ہنجار کا

ڈھونڈ لے طارقؔ اسے جو عمر بھر کا ساتھ دے
چاہئیے کیا ، ساتھ مل جائے اگر ابرار کا

....

غزل

چوری ڈاکے ، ہزار ہوتے ہیں
جیسے لہجے ہزار ہوتے ہیں

توڑ دیتے ہیں لوگ جب اِس کو
دل کے ٹکڑے ہزار ہوتے ہیں

آئینہ جب بھی ٹوٹ جاتا ہے
عکس اپنے ہزار ہوتے ہیں

مان جاتا نہیں خدا یوں ہی
پہلے سجدے ہزار ہوتے ہیں

ہر کسی سے کہے نہیں جاتے
یوں تو دکھڑے ہزار ہوتے ہیں

اس قدر پیاس کا سبب کیا ہے
دل بھی ترسے ہزار ہوتے ہیں

اصل ہے جو نظر نہیں آتا
ملتے جُلتے ہزار ہوتے ہیں

بھیگ جاتے ہیں جب وہ یاد آئے
نین برسے ہزار ہوتے ہیں

جھانک کر دل میں دیکھ لو طارقؔ
داغ کتنے ہزار ہوتے ہیں

••••••••

غزل

پڑھ کے آیا ہے سبق کون وفاداری کا
یاں تو اپنوں سے ہوا خوف ہے غدّاری کا

لوگ نفرت کا سرِ عام سبق دیتے ہیں
کون سکھلائے سلوک ان کو رواداری کا

جھوٹ سُن سُن کے کسی شخص کا جاگا ہے ضمیر
کس کا بے ساختہ اظہار ہے بیزاری کا

ایک انسان ہی درپے ہوا انسانوں کے
کیسا منصوبہ ہے دنیا کی تبہ کاری کا

چاہنے والوں میں لکھا ہے فرشتوں نے ہمیں
یہ تو انعام ہے مخلوق کی غمخواری کا

حالِ دل کھول کے بتلاؤں گا تفصیل کے ساتھ
کوئی آیا ہے ، مسیحا مری بیماری کا

چوٹ جب دل پہ لگے ، ہُوک سی اک اُٹھتی ہے
عشق تو کام نہیں ہوتا ریا کاری کا

دید ممکن جو نہیں بات کبھی ہو اس سے
کوئی سامان تو ہو میری بھی دلداری کا

پارسائی بھی نصیبوں سے عطا ہوتی ہے
سلسلہ ختم نہیں ہوتا گنہ گاری کا

طارق آثار قیامت کے نظر آتے ہیں
کس کو آئے گا خیال آپ کی بیداری کا

دعا

جانتا ہے کیا چھپا دل میں ہے علّامُ الغیوب
کر دیا نازل وہ قرآں جو ہے ، تریاق القلوب

ڈھانپ عیبوں کو سبھی دیتا ہے ستّار العیوب
بخش دیتا ہے گناہوں کو وہ غفّار الذّنوب

آزماتا ہے خدا اپنے ہی بندوں کو کبھی
صبر جو کرتا ہے کہلاتا وہی تو ہے ایّوب

سر جُھکا کر مانگ اُس سے ، بخش دیتا ہے خدا
قبل اس کے ، زندگی ،تیری کا سورج ہو غروب

ساری عزّت ، کس قدر تقویٰ ہے ، اِس پر منحصر
ہیں فقط پہچان کو سارے قبائل اور شعُوب

گر خدا تیرا ہو طارقؔ ، ہو جہاں سارا ترا
مشرق و مغرب ہے کیا اور کیا شمال اور کیا جنوب

••••••••

فادرز ڈے پر

یہ مانا وہ دیر و حرم تو نہیں تھے
مقدّس عرب یا عجم تو نہیں تھے

مقدّر سے ماں باپ ملتے ہیں سب کو
کہ بس میں ہمارے ، جنم تو نہیں تھے

یقیناً ہے قدموں تلے ماں کے جنّت
پہ والد بھی جنّت سے کم تو نہیں تھے

مرے سر پہ تھے سائباں کی طرح وہ
کڑی دھوپ کے یوں ستم تو نہیں تھے

وہ مایوسیوں میں رہے اک سہارا
کسی اور کے یہ کرم تو نہیں تھے

مرے راستے پر نظر ایسے رکھتے
کہیں میرے بھٹکے قدم تو نہیں تھے

مرے قہقہوں پر نظر ان کی ہوتی
کہیں آنسوؤں سے وہ نم تو نہیں تھے

انہیں تو ہمیشہ یہی فکر رہتی
چھُپے میری خوشیوں میں غم تو نہیں تھے

بڑے غور سے میرے خط کو وہ پڑھتے
کہیں ان میں شکوے رقم تو نہیں تھے

انہیں دیکھ کر پھوٹتیں دل سے خوشیاں
یونہی ہنس کے رکھتے بھرم تو نہیں تھے

وہ ہو جائیں گے ہم سے اک روز رخصت
یوں خدشے بھی لیتے جنم تو نہیں تھے

وہ دن تھے کہ پڑھنے کو ملتا ہمیں سچ
کہ آسان بکتے قلم تو نہیں تھے

وہ اٹھے زمانے تھے ہاتھوں میں طارق
تھے پیالے کہیں جام۔ جم تو نہیں تھے

••••••••

کلامِ عید

یوں تو ہلالِ عید ہے لایا پیامِ عید
پر سوچ میں ہیں کیسے کریں اہتمامِ عید

چہروں پہ مسکراہٹیں آئیں کہ شامِ عید
لازم ہے کچھ تو ہم بھی کریں احترامِ عید

رب کی رضا میں خوش ہوئے ہیں سب سے بڑھ کے یہ
ہے وقت کا خلیفہ ہمارا امامِ عید

بچوں کے خوں سے ہاتھ تو رنگین ہو گئے
تلوار ڈھونڈتی ہے کہاں ہے نیامِ عید

ماں باپ جن کے چھن گئے ان کا سوال ہے
یہ ابتدا ہے یا ہوا ہے اختتامِ عید

جن کو عبادتوں سے نہ تھا کوئی سرو کار
شیطان ان کو بھیجتا ہے اب سلامِ عید

خوشیوں میں ہوں غریب بھی شامل تو ہو خوشی
کرتا ہے اصل میں یہ تقاضا نظامِ عید

پیغامِ صلح دے کے گیا ہے امامِ وقت
مانیں گے اس کو تب کہیں ہو گا دوامِ عید

معصوم خون اب نہ بہائے مزید یوں
ظالم کو چاہئے کہ کرے احترامِ عید

دل کو خوشی ہو جنگ کے اسباب ختم ہوں
مل کر اگر کریں سبھی یہ انتظامِ عید

گزرا مہِ صیام ، جو بخشش نہ پا سکے
وہ سوچتے تو ہوں گے یہ کیا ہے مقامِ عید

خوشیاں منائیں وصل ہے جن کو ہوا نصیب
طارق رہے خدا کرے ان کی مدام عید

....

قرآن۔۔۔ سرچشمۂ معرفت

سُنو معرفت کا ، سمندر ہے قرآں
کہ اسوہ نبی کا ، سراسر ہے قرآں

اسے ہر مسلماں کو لازم ہے پڑھنا
شریعت کے گھر کا کُھلا در ہے قرآں

اسے پڑھنے والا اگر متّقی ہو
ہدایت میں سب کی برابر ہے قرآں

بتائے جو ہر دَور میں سیدھا رستہ
یہ نوَعِ بشر کا وہ رہبر ہے قرآں

یہ ماضی کی تاریخ کا ترجماں بھی
لکھا جو ، وہی ہو ، مقدّر ہے قرآں

ہے لا ریب ، سچا ہر اک لفظ اس کا
دلوں کو جو کر دے منوّر ہے قرآں

یہ چوروں کو ابدال کر دے ، سنیں تو
بدل دے دلوں کو ، مؤثّر ہے قرآں

خدا کی طرف یہ کرے رہنمائی
کریں شکر ہر دم ، میسّر ہے قرآں

یہ منزل کی جانب ، چلے ہاتھ تھامے
ہدایت کا منبع ، مقرّر ہے قرآں

چھپے اس میں ہیں علم کے سب خزانے
معلّم ، مربّی ، پیمبر ہے قرآں

چمن کے گلوں میں ہے خوشبو اسی سے
مہکتا یہ گلشن ، معطّر ہے قرآں

علوم اس کے حاصل کریں جو مطہّر
دلوں پر ، انہی کے اُ جاگر ہو قرآں

جو کرتا ہے غور اس پہ طارق وہ جانے
جو دل جیت لے وہ مظفّر ہے قرآں

....

عید مبارک

مبارک عید کی خوشی ، دعا کا استجاب ہو
قدم قدم ہو سرخرو ، تمہارا جب حساب ہو

عبادتیں جو کیں ، تمہارے ساتھ ، عمر بھر رہیں
علوم ہوں نصیب ، جن کی رہنما کتاب ہو

نگر نگر پھرے مگر کہیں ملا نہ وہ گہر
جو چندے آفتاب ہو جو چندے ماہ تاب ہو

جمال وحسنِ یار ہے ، جو چال میں وقار ہے
جو اس کے ساتھ تم چلو مصاحبِ نواب ہو

زمانے بھر کی نعمتیں خدا کرے تمہیں ملیں
قدم قدم دُعا تمھارے ساتھ بے حساب ہو

جہاں کہیں بھی تم رہو ہمیشہ یوں ہی خوش رہو
خدا کرے نصیب میں تمہارے آب و تاب ہو

چلے چلو ،جو رات ہے یہ کچھ دنوں کی بات ہے
کھلا ہوا ملے تمہیں جو رحمتوں کا باب ہو

رہیں بلند حوصلے، بڑھاؤ علم اس قدر
سوال گر کرے کوئی ، جواب لاجواب ہو

اگر لبوں پہ ہو دُعا ، تو کب مرض ہے لا دوا
کوئی بھی ہو علاج پھر ، تمہیں نہ اضطراب ہو

عطا وہ روز گار ہو ، ترقّیاں تمہیں ملیں
جو کام حوصلے کا ہو ، تمہارا انتخاب ہو

تمہاری خدمتوں سے خوش تمہارا رہنُما رہے
ہے وقت بہترین جب کہ عالمِ شباب ہو

رضا خدا کی ہو عزیز ، رنج ہوں یا راحتیں
ہے طارؔق ایک فکر بس ، نہ عاقبت خراب ہو

••••••••

سڈنی، آسٹریلیا میں ڈیوٹی کے دوران دوسروں کی جان بچاتے
ہوئے شہید ہونے والے فراز احمد طاہر کے نام

طاہر ہے فخر تجھ پہ ، شہادت پہ تیری ناز
جاں تُو نے دی ہے فرض نبھاتے ہوئے فراز

لکھنے کو تیرے بارے میں اُٹھا ہے جب قلم
جانا ہے تیرے بارے میں تو ، دل ہوا گُداز

اب تیری دوستی سے وہ محروم ہو گئے
محمود اب حزیں ہیں کہ ، رخصت ہوا ایاز

تُو تو جہاں جہاں رہا ، دل جیتتا رہا
یہ تو بتا کہ کیا تھا ، محبّت کا تیری راز

سڈنی سے پہلے جب تھا سری لنکا میں مقیم
احسان کا تھا سلسلہ ، سب پر ترا دراز

سب کے لئے وقارِ عمل پر ترا یقیں
تیری نیاز مندی پہ حیراں ہے خود نیاز

جانیں گے اِس حوالے سے بھی تُجھ کو لوگ اب
تاریخ میں بہادری کا اک رقَم طراز

رب کی رضا عزیز ہے، جو سب سے پیاری ذات
شکوے کا اس کے سامنے کچھ بھی نہیں جواز

راضی خدا ہو تجھ سے ، کرے جنّتیں عطا
نکلی ہے دل سے یہ دعا ، پڑھتے ہوئے نماز

••••••••

"ہماری خلافت پہ ہے جان واری"

نہ عزّت ، نہ دولت ، نہ شہرت ہے پیاری
اطاعت خلافت کی ہے سب پہ بھاری
عزیز اپنے عہدوں کی ہے پاسداری
نبھائیں گے بیعت کی ہم ذمّہ داری

خلافت کا مطلب اطاعت گزاری
ہماری خلافت پہ ہے جان واری

خلافت ہے نعمت، خلافت سے برکت
خلافت کو خود لائے کس میں یہ طاقت
عطا کی خدا نے مسیحا کو دولت
کسی اور کو ہے کہاں استطاعت

خدا نے خلافت کی نعمت اتاری
ہماری خلافت پہ ہے جان واری

خلافت سے ملتی ہے جو رہنمائی
ہماری خدا سے کرے آشنائی
کسی اور نے کب یہ نعمت ہے پائی
کرے کیسے کوئی بھلا بے وفائی

یہ ہر دم ہے عرفاں کی اک نہر جاری
ہماری خلافت پہ ہے جان واری

دم اس کی محبّت کا بھرتے رہیں گے
ہمیشہ اطاعت بھی کرتے رہیں گے
قدم اپنے آگے ہی بڑھتے رہیں گے
خلافت کے پیچھے ہی چلتے رہیں گے

خلیفہ کے ہم ہیں ، خلافت ہماری
ہماری خلافت پہ ہے جان واری

حفاظت کا کندھوں پہ ہے بوجھ بھاری
اٹھائیں گے پر شوق سے ذمّہ داری
خلامت نے قسمت ہے اپنی سنواری
ہے فرض اس کی چاہت میں ہو جاں نثاری

خلافت ہمیں جان سے بھی ہے پیاری
ہماری خلافت پہ ہے جان واری

....

(یہ نظم محترم سیّد حمید الحسن شاہ صاحب کے نام ہے جو مشہور نظم خواں تھے اور اکثر مشاعروں میں بطور نظم خواں بلوائے جاتے اور مختلف شعرا کا کلام بہت خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ وہ ہمارے شعراء سیّد طاہر احمد زاہد اور سیّد سمیع الحسن صاحب کے والدِ محترم تھے۔ ۱۳جون ۲۰۱۳ء کو وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کے درجات بلند فرمائے۔ آمین)

حمید الحسن نام، سیّد بھی تھا
ودیعت جسے لحنِ داؤدی تھا

محبّت تھی قرآن سے اس قدر
سمجھ کر تلاوت کا شیدائی تھا

قراءت تھی اس کی حسیں اس قدر
جو سنتا اثر اُس پہ ہوتا ہی تھا

مگر جب وہ ہوتا تھا نغمہ سرا
اثر اس کا ہوتا ہی مدہوشی تھا

عجب رعب و ہیبت تھے آواز میں
خدا سے بیاں ، جیسے تائیدی تھا

وہ احمد کے گلشن کا تھا عندلیب
مگر سخت جاں ، جیسے صحرائی تھا

وہ دیتا شفا دل کے بیمار کو
جو نغمہ وہ گاتا ، مسیحائی تھا

فدا کر دی اولاد اور جان و مال
خلافت کا ایسا وہ شیدائی تھا

صدا اس کی باقی رہے گی سدا
جو آواز کی حسن آرائی تھا

اسے یاد کرتی ہیں اب محفلیں
وہی باعثِ بزم آرائی تھا

دعائیں پہنچتی رہیں گی اُسے
وہ شفقت سے پُر باپ تھا بھائی تھا

رہے اس کو قربت ، خدا کی نصیب
محمّد ﷺ سے رشتہ تو آبائی تھا

....

مردِ فہم وذکا۔۔۔کنور ادریس

خاکسار نے 03 مئی 2024 بروز جمعہ کراچی (امارت کلفٹن) جماعت احمدیہ اور پاکستان کے ایک ہیرو ایک Legend کے اللہ تعالی کو پیارے ہو جانے پر ایک ذکرِ خیر پر مبنی ایک سادہ سی پر عقیدت تحریر 05 مئی کو بعض دیگر احباب کے علاوہ محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب (UK) کو بھی ارسال کی تھی۔ اس شاعرِ باکمال نے اپنا کمال دکھایا اور ارسال کردہ شکستہ تحریر کو اپنے خوبصورت محبت بھرے اشعار کی صورت دے دی ہے۔ اللہ رحیم و کریم مکرم ڈاکٹر صاحب کو اس نیکی کا صلہ دے۔ یہ پیار بھرے اشعار بزرگوار محترم کنور ادریس صاحب، انکے بزرگوں کے لئے خاص التماسِ دعا کے ساتھ پیشِ خدمت ہیں:

{شیخ عبد المالک۔ کراچی}

مردِ فہم و ذکا۔۔۔کنور ادریس

ہو گئے ہیں جُدا کنور ادریس
پا رسا ، با وفا کنور ادریس

حق سے تھے آشنا کنور ادریس
مردِ فہم و ذکا ، کنور ادریس

اعلیٰ تعلیم پائی ، افسر تھے
اور رفیقوں میں سب سے بہتر تھے

کوئی ایمان ان کا پوچھے اگر
اس کا چرچا ہوا تھا ٹی وی پر

اک صحافی سے جب یہ پوچھا گیا
کب ہے ایمان افسروں میں بچا
اس نے بے ساختہ یہ نام لیا
پائی جاتی ہے جس میں صدق و صفا

اب بھی باقی ہیں اک کنور ادریس
مردِ فہم و ذکا ، کنور ادریس

صلہ رحمی کی اک مثال تھے وہ
رشتہ داروں کی ایک ڈھال تھے وہ
فائدہ ان سے سب اٹھاتے تھے
تھیں جو بیوائیں یا یتامیٰ تھے
طالبِ علم ، جن پہ بوجھ تھے بھاری
تھا وظائف کا سلسلہ جاری

بادشہ دل کے تھے کنور ادریس
مردِ فہم و ذکا ، کنور ادریس

اک محبّت تھی جو خلافت سے
خط وہ لکھتے تھے ایک چاہت سے
دی مبارک انہیں خلیفہ نے
ان سے خط پایا ، جب وزیر بنے
جس کے سر نامے پر تھا بسم اللہ
اس پہ بُلوا لیا عدالت نے
مدّتوں پیشیاں بھگتتے رہے
کوئی شکوہ نہ تھا نہ کوئی گِلے
مولوی جس نے کیس یہ تھا کیا
اس نے مانگی مدد بَری جو ہوئے
بھر دی جھولی جو اس کی دولت سے
لوگ حیراں تھے اس سخاوت سے

مردِ صدق و صفا کنور ادریس
پا رسا با وفا کنور ادریس

ایک نیکی کا کام یہ بھی کِیا
تحدیثِ نعمت کا ترجمہ جو کیا
کام یہ بھی تھا اک سعادت کا
جاتے جاتے گئے یہ نیکی کما
نیکیاں ہوں قبول یوں ان کی
مغفرت کھینچ لائیں خود رب کی

ان کے بچوں کو حوصلہ دے خدا
نیکیاں جاری رکھیں ان کی سدا
نام زندہ رہے سدا ان کا
جائے تاریخ میں وہ یوں لکھا

پا رسا ، با وفا کنور ادریس
مردِ فہم و ذکا ، کنور ادریس

••••••••

غصّہ اور اس سے متعلّق ایک واقعہ

غصّہ جو ہے انسان کی فطرت میں ودیعت
قابو جو کرے اس کو یہی تو ہے شجاعت

موقع پہ جو آئے تو یہی ہوتا ہے نعمت
مر جائے گی انسان کی ورنہ سبھی غیرت

دھمکی میں نہ آئے جو نہ ہوتا ہو ہراساں
جو سب کو پچھاڑے ہو وہی تو نہ پہلواں

ہیں وہ بھی جو غصّے میں کریں حشر کا ساماں
پی جائے غضب میں بھی جو غصّہ ہے وہ انساں

تاریخ میں لکھا ہے ورق ایک درخشاں
ہوتا ہے شب و روز کے حالات پہ چسپاں

غصّے کا حسن ابن علی کا ہوا ساماں
جب چائے گرا کر تھا غلام ایک پریشاں

دیکھا جو غضب میں ذرا آقا ، ہوا گویا
قرآن کی آیت کا پڑھا پہلا یہ حصّہ

غصّے کو دبانا ہے یہ مومن کی نشانی
کیوں ہاتھ بڑھایا ہے سزا دینے کی ٹھانی

غصّے کو دبایا ، یہ کہا اِس پہ حَسَن نے
مائل نہ معافی پہ کِیا ان کو تھا ، مَن نے

اُس بندے نے آیت کا پڑھا دوسرا حصّہ
حیراں تھے حسَن آیا ہوا جن کو تھا غصّہ

وہ عفو بھی انسانوں سے کرتے ہیں جو مومن
یہ سن کے حسَن بولے ، کِیا معاف سزا بِن

وہ بندہ بھی شہ پا کے بڑھا اور بھی آگے
کہنے لگا احسان بھی کرتے ہیں وہ بڑھ کے

جانا ہے جہاں جا ، یہ کہا سُن کے ولی نے
آزاد کیا ، اس پہ کہا ابنِ علی نے

چائے کی پیالی وہ گرا کر ہوا آزاد
طارق جو پڑھا میں نے مرا دل بھی ہوا شاد

••••••••

خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ

جو منہاجِ نبوّت پر ہے قائم اُس خلافت کو
خدا نے خود چنا ، دنیا میں اپنی اِس قیادت کو

پھلا پھولا شجر یہ بڑھ گئیں شاخیں جہاں بھر میں
جہاں والوں نے دیکھا کام کرتے دستِ قدرت کو

خلافت نے عدُو کو جیسے للکارا سرِ میداں
کہ دنیا بھر سے آئی پھر صدا ، دادِ شجاعت کو

خلافت ہے وہ حبلُ اللہ ، چمٹ جاتے ہیں لوگ اس سے
خود اپنی اور آنے والی نسلوں کی حفاظت کو

خلافت کی اطاعت ، جزو ایماں کا سمجھتے ہیں
کہ اِس کے ماننے والے ہی سمجھے عہدِ بیعت کو

خدا سے جوڑ کر ، مخلوق کی خدمت کا بتلایا
مقام اس نے دیا ہے اک نیا ، ربّ کی عبادت کو

رسائی عرش تک ہوتی نہیں ہے اس کو گر چھوڑیں
قبولیّت ملے جو اس تعلّق سے ریاضت کو

اماں پانے کو دنیا میں حصار اس کو بنایا ہے
بنا کر ڈھال بھیجا ہے خدا نے اس امامت کو

ہمارا کام ہے سُن کر اطاعت ہر قدم پر ہو
چلے جو اس کے پیچھے ، ڈر نہ ہو گا پھر قیامت کو

خلافت نے دلوں میں گھر کیا ہے اس طرح طارقؔ
سمجھ پائے گی کیا دنیا ، خلافت کی محبّت کو

سورۃ النُور کی آیات 52 تا 57 میں مذکورہ
اطاعت اور خلافت کا مضمون

مومنوں کا ہو سمعنا اور اطعنا پر عمل
سوچنے میں رائیگاں کرتے نہ ہوں وہ کوئی پل

ہو اطاعت دل سے اللہ اور رسولِ پاک کی
ہے اسی سے قدر ہر اک صاحبِ ادراک کی

طاعتِ معروف سے عزّت خس و خاشاک کی
اس کی درگہ میں پہنچ ہوتی نہیں نا پاک کی

مان لیں احکامِ رب اور سب فرامینِ رسول
ہے اطاعت سے ہی وابستہ خلافت کا نزول

وعدہ تب جا کر خلافت کا خدا نے ہے دیا
مومنو ں نے جب اطاعت کا سبق ازبر کیا

تمکنت ان کو ملے ، راضی رہے ان سے خدا
امن کی حالت میں بدلے وقت پھر وہ خوف کا

شکر کے سجدے بجا لائیں وہ پھر پڑھ کر نماز
مال میں حقدار کا حصّہ ہو ، تب ہوں سرفراز

فر ض کی صورت ادا ہو ہر کوئی حکمِ رسول
ہے اطاعت اس کی واجب یہ کبھی جائیں نہ بھول

دیکھ لو آیاتِ قرآں میں اطاعت کا اصول
ہے اطاعت سے ہی وابستہ خلافت کا حصول

ہو خلافت کی اطاعت میں اگر یہ سر جُھکا
ہے یہی ردِّ بلا کا ایک نسخہ کیمیا

ہم خدایا تیری طا عت پر کمر بستہ رہیں
اور خلافت کے چمن میں بن کے گُلدستہ رہیں

ہم خلیفہ کے ہیں طارق ، ہے دلوں میں اس کا پیار
جان و دل کرتے ہیں سارے ہم خلافت پر نثار

....

امر بالمعروف نہی عن المنکر

ہو بصیرت بھی ، بصارت ، ایسی ہونی چاہیئے
مومنوں میں اک جماعت ، ایسی ہونی چاہیئے

دعوتِ حسنات بھی دے اور بدی سے روک دے
حکمِ قرآں کی اطاعت ایسی ہونی چاہیئے

سرزنش کرنے کا رکھتی ہو مکمّل اختیار
اُس جماعت کی حمایت ، ایسی ہونی چاہیئے

روک سکتی ہو برائی ، پیار کی تعلیم سے
سچ ہو لیکن وہ شکایت ایسی ہونی چاہیئے

امر بالمعروف ، منکر سے نہی کا حکم ہے
ہو عمل انگیز طاقت , ایسی ہونی چاہیئے

ہر کسی کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہو
جب نبی آئے تو فطرت ، ایسی ہونی چاہیے

بے خطر ہر اک سے کہہ پائے وہ سچی بات کو
جو ہے مومن اس کی جرأت ایسی ہونی چاہیے

ہم دعا کے ساتھ تقویٰ پر بھی رکھتے ہوں قدم
جب مسلماں ہیں تو عادت ، ایسی ہونی چاہیے

آج کل کے حکمرانوں سے کریں شکوہ تو کیا
وہ سمجھتے ہیں ، قیادت ایسی ہونی چاہیے

لوگ تو طارق ، مزاروں پر بھی جا سجدہ کریں
دُور ہیں قرآں سے ، حالت ، ایسی ہونی چاہیے!

خلافتِ خامسہ کا انتخاب

وہ جو دنیا کی نگاہوں سے رہا مستور تھا
پانچواں ہو کر خلیفہ ، ہو گیا مشہور تھا

منتخب ہو کر جو آیا، نام وہ مسرور تھا
خود خدا کے ہاتھ نے جس کو کیا منظور تھا

اس سے پہلے ناظرِ اعلیٰ ہوا جب نامزد
ایک عالم دیکھ کر اس کو ہوا مسرور تھا

گرچہ کم گو تھا، مگر وہ تھا ذہیں، پرہیزگار
انتظامی مسئلوں میں خوب رکھتا، نور تھا

عاجزی میں اس کی شخصیت تھی ایسی پُر وقار
ہر تکلّف، ہر تصنّع، خود سے رکھتا دور تھا

دیکھ کر اس کی عبادت، یہ ہوا اکثر گماں
وہ خدا کی بارگہ کا بندۂ منصور تھا

ساتھ دینے کی، خدا نے خود تسلّی اس کو دی
وہ مسیحِ پاک کے الہام میں مذکور تھا

ہے خلافت اس کی شاہد، ہے خدا کا انتخاب
جو جماعت کی ترقّی کے لیے مامور تھا

کیا عجب طارق اگر ہیں عاشقوں میں ہم شمار
ہر کوئی اس کی نگاہوں سے ہوا مسحور تھا

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 27 مئی 2024ء)

قدرتِ ثانیہ کا پانچواں مظہر ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

لبوں پر اک تبسّم، اس کی باتوں میں تفضُّل ہے
فرشتوں جیسا چہرہ، پُر سکوں، حسن و تجمُّل ہے

خدا کی دوسری قدرت کا مظہر پانچواں ہے وہ
اسی سے اب مسیحا کی خلافت کا تسلسُل ہے

وہ کلِمہ ہے خدا کا اور خدا جو بات کہتا ہے
کبھی اُس بات میں دیکھا نہیں ہوتا تبدُّل ہے

رہے جو اس کی صحبت میں، کرے وہ تزکیہ اُس کا
ملا اس کو عبادت میں خدا کا وہ تبتُّل ہے

سُبک رفتار ہے وہ تیز رکھتا ہے قدم اپنے
چلو گے ساتھ کیسے گر طبیعت میں تسہُّل ہے

خدا نے اِس جہاں میں کر دیا عالی مقام اس کا
پسند اس کو ہے جس میں انکساری ہے، تذلُّل ہے

ہے غیرت دین کی، نصرت خدا سے ہے عطا اس کو
مزاج اس کا بہت دھیما، طبیعت میں تحمُّل ہے

جہاں بھر کو دیا توحید کا پیغام جُراَت سے
کہ ہر ایوان میں گونجے اذاں، اس کا تخیّل ہے

خطاب اس کا ہر اک جامع، دلائل سے مزّین ہے
سنو خطبہ تو وہ مہدی کی باتوں کا تمثّل ہے

خدا نے اس کے ہاتھوں میں تھمائی ہے زمام اس کی
بنایا رہنما اس قافلے کا یہ تفضّل ہے

کیا ہے عہدِ بیعت جب، تو پھر اس کے اشارے پر
فدا ہونے میں کس کو اک ذرا سا بھی تامّل ہے

خلافت جو ملی ہے مومنوں کو ایک نعمت ہے
یہ نعمت تب ملے ، احکامِ دیں پر جب تحمّل ہے

فدا ہم ہو گئے طارق جو دیکھا وہ رُخِ انور
دیا ہاتھوں میں ہاتھ اس کے ، خدا پر اب توکّل ہے

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 4 مئی 2024ء)

مسرور سبھی تیرے، انداز ہیں شاہانہ

مسرور سبھی تیرے ، انداز ہیں شاہانہ
مسکینی طبیعت میں ، فطرت ہے امیرانہ

ہر لفظ ترے لب پر ، ہے گوہرِ یک دانہ
کرتا ہے دلوں پر اک تاثیر جدا گانہ

تُو امن کا پیغمبر ، تجھ سے ہی تو پہنچا ہے
اللہ کا ، دنیا کو پیغام دلیرانہ

صحبت میں تری رہ کر دل پاک ہوں ویسے بھی
پھر تیری نصیحت کا انداز حکیمانہ

دل تیری محبّت میں دیوانے ہوئے ایسے
دیکھے ہیں جو آنکھوں سے اخلاق کریمانہ

یہ حسن کا جلوہ ہے یا کوئی کرامت ہے
ہر اک تری چاہت میں کیسا ہوا دیوانہ

ہے سر پہ ترے جب سے دستار خلافت کی
تُو شمع ہے ہر دل کی ، ہر دل ترا پروانہ

رہتا ہے کھلا تیرا مے خانہ ، پئیں سب ہی
مجھ پر بھی نظر ساقی ، ہے عرضِ فقیرانہ

اک کنج میں بیٹھا ہوں یہ کیسے تجھے کہہ دوں
ڈر ہے کہ نہ رہ جائے ، خالی مرا پیمانہ

ہم تیری اطاعت میں زینے سبھی طے کر لیں
ایسے نہ چلیں رستہ، منزل سے ہوں بیگانہ

بیعت میں تری آئے، سر آنکھوں پہ رکھتے ہیں
ہم تک جو پہنچتے ہیں ارشاد ، امیرانہ

تو نبض شناس ایسا نائب ہے مسیحا کا
پائی ہے شفا اس نے جس نے تجھے پہچانا

ہو عمرِ خضر ایسی فعّال عطا تجھ کو
ہو جائیں سبھی حاصل مقصد ترے تابانہ

آئیں وہ نظر آنکھیں جو اشک بہاتی ہیں
مشکل ہے محبّت کے آثار بتا پانا

اقرار محبّت کا کرتے ہیں وہ مستی میں
قدرت نے جنہیں بخشی ، ہے جُراَتِ یکتانہ

مجھ پر بھی نظر کر دے ، ہو جائے سپھل جیون
اک تیری محبّت میں طارقؔ بھی ہے مستانہ

....

3 مئی کے خُطبے کے بعد۔۔۔
دل سے یہ دُعا اُٹھّی ہے

دیکھنے کون ہے ، چلمن سے قبا اُٹھّی ہے
آج کس درد میں، دل سے یہ نوا اُٹھّی ہے

آسماں پر کہیں رحمت کی گھٹا اُٹھّی ہے
کُن کی سُن ! کون و مکاں میں بھی صدا اُٹھّی ہے

عرش پر جانا مقدّر تھا اسے ہر صورت
مضطرب ہو کے جو یہ آہ و بُکا اُٹھّی ہے

تیری تکلیف کا سوچا تو دلوں میں اکثر
آتشِ عشق ، نیا شعلہ جگا اُٹھّی ہے

ایسی تقدیر جو زخموں پہ لگا دے مرہم
وہ جو دے تجھ کو شفا، اُس کی بِنا اُٹھّی ہے

دُکھ ہوں سب دور تجھے عمرِ خضر مل جائے
تیرے پروانوں کی دل سے یہ دُعا اُٹھّی ہے

وہ تو بندہ ہے ترا، تیری رضا پر راضی
تیری رحمت کی نظر ہم پہ بھی کیا اُٹھّی ہے

طارق آثارِ محبّت میں ہے نم ہوں آنکھیں
چشمِ نم آج تو برسات نُما اُٹھّی ہے

....

لگ رہا ہے آسماں اب آگ برسانے کو ہے

لگ رہا ہے آسماں اب آگ برسانے کو ہے
وہ جو ہے قہّار ، ظالم پر غضب ڈھانے کو ہے

ایسی گرمی ہے بلا کی ، اب یہی محسوس ہو
اس زمیں سے جیسے بس لاوا نکل آنے کو ہے

جو خدا کے گھر کو ڈھانے کے ہیں مجرم ، ایک دن
ظالموں کو پیسنے کی چکّی چل جانے کو ہے

لے کے طوفاں آئے گی ، مظلوم کی آہِ رسا
اب مکافاتِ عمل بھی قرض لوٹانے کو ہے

گر کے اسفل سافلیں میں ، کام یہ ایسے کریں
اک درندہ بھی انہیں دیکھے تو شرمانے کو ہے

بہہ رہا ہے خوں مسلمانوں کا ، تم خاموش ہو
کیا ہوا ایماں تمہارا ، وقت بتلانے کو ہے

ہے خدا دھیما غضب میں ، پر بڑا غیّور ہے
دیکھ لینا اس کی غیرت جوش میں آنے کو ہے

مسجدوں کو تم گراؤ ، توڑ دو قبروں کو بھی
بد دعا کوئی اثر اپنا تو دکھلانے کو ہے

یادِ ابراہیم میں قُربانیاں کرنے نہ دو
خوں شہیدوں کا مگر اب رنگ تو لانے کو ہے

کیوں نہیں خوفِ خدا ، بچ جاؤ اس کے قہر سے
شامتِ اعمال ، اک دن ، سامنے آنے کو ہے

ظالموں کی ایک مدّت تک ہوئی رسّی دراز
اب انہیں انجام تک ، تقدیر ، پہنچانے کو ہے

نیست و نابود ہوں گی طاقتیں دجّال کی
اب مسیحا کا علَم دنیا میں لہرانے کو ہے

چلچلاتی دھوپ میں بس اک شجر ہے سایہ دار
سائے میں اس کے جو آئے گا اماں پانے کو ہے

ہے یہ طارق کی نصیحت ، فائدہ ہو گا سُنو
اس طرف آؤ شجر یہ اب ثمر لانے کو ہے

••••••••

ہر خُلق جس کا اعلٰی و احسن کہا گیا

ہر خُلق جس کا اعلٰی و احسن کہا گیا
محصن وہ ، پاک اس کا تھا باطن کہا گیا

کہتے تھے اس کو عین جوانی میں متّقی
معصوم ساری عمر اور بچپن کہا گیا

جس کو کہا خدا نے محمّد کا ہے بروز
اُس کو ، خدا رسول کا دشمن کہا گیا

پوشیدہ رہ کے کرتا عبادت وہ رات دن
اُس کی حیا کو دیکھ کے دلہن کہا گیا

چہرے کو دیکھ کر ہی فدا ہو گئے کئی
اُس کی جبیں کو نُور سے روشن کہا گیا

اُس نے کہا جو دین کا بھی چاہئے خیال
اس کو دکانداری کا بھاشن کہا گیا

بیٹھے تھے لوگ ظلمتوں کی قید میں خموش
زنداں میں روشنی کا وہ روزن کہا گیا

جس سے بہار آئی ،ہرے ہو گئے شجر
بارش جو لائے وقت پہ، ساون کہا گیا

وہ بولتا ہے میرا خدا ، اُس نے جب کہا
اس کے دماغ کی اسے الجھن کہا گیا

انگریز نے جلائی ہے سازش کی آگ یہ
اسلام کے خلاف اسے ایندھن کہا گیا

معصوم سا وہ شخص جو سجدے میں تھا پڑا
وہ رام تھا اسے مگر راون کہا گیا

پہچان جوہری کو ہو ، دیکھے تو جانچ لے
اس کو نوادرات کا مخزن کہا گیا

بویا تھا تخم اس نے پھلا پھولا وہ شجر
پھیلا جو سب جہان میں گلشن کہا گیا

طارقؔ اسی کے باغ کے ہم بھی ہیں خوشہ چیں
جس کو کہ عافیت کا نشیمن کہا گیا

....

اپنا تن من دھن سبھی قرباں خلافت کے لئے

کوئی بھیجا ہے خدا نے خود ہدایت کے لئے
شکر کا سجدہ ہے واجب ، اِس عنایت کے لئے

اُس کے در پر سر جھکانے سے سکوں ہو گا عطا
ہم کو جب پیدا کیا ، اُس نے اطاعت کے لئے

تا خدا سے ہو محبّت کا تعلّق ہر گھڑی
اُس نے سب رستے بتائے ہیں عبادت کے لئے

وہ شفا کر دے عطا بیمار ہو جاؤں اگر
بھیج دیتا ہے فرشتے وہ عیادت کے لئے

مصطفیٰ کے دین کا کرتے ہیں دنیا میں دفاع
شکر کرتے ہیں خدا کا ایسی عادت کے لئے

نعرۂ تکبیر کی ہو گی صدا ہر سُو بلند
جاں اگر دینی پڑی ، دیں گے ، صداقت کے لئے

آزمائے ہم گئے ، تاریخ ہے اس کی گواہ
ہر کوئی تیّار بیٹھا ہے شہادت کے لیے

ہم ہوئے انصار ، کر کے عہد ، اللہ سے یہی
اپنا تن من دھن سبھی قرباں ، خلافت کے لئے

••••••••

ہم انصارِ خلافت ہیں، خلافت جاں ہماری ہے

خلافت کی ، اطاعت سب سے بڑھ کر ہم کو پیاری ہے
ہم انصارِ خلافت ہیں ، خلافت جاں ہماری ہے

نئی نسلوں کے دل میں یہ محبّت ڈالنی ہے اب
کہ مل جُل کر خلافت کی محبّت پالنی ہے اب
ہماری ذمّہ داری ہے، ہمیں سنبھالنی ہے اب
کرے جو بات بھی دشمن وہ ہنس کر ، ٹالنی ہے اب

خلافت کی حفاظت مومنوں کی ذمّہ داری ہے
ہم انصارِ خلافت ہیں ، خلافت جاں ہماری ہے

جہاں کو امن کا پیغام دیں گے ہم محبّت سے
بھلا کیا فائدہ ہو گا دلوں میں بیٹھی نفرت سے

عدو جب تک نہ باز آ جائے گا اپنی شرارت سے
دعا کرتے رہیں گے یہ کہ بچ جائے جہالت سے

ہدایت جو خلافت سے ملے گی ہم کو پیاری ہے
ہم انصارِ خلافت ہیں ، خلافت جاں ہماری ہے

ہماری مسجدیں ڈھا دیں ، اذانیں بند کر دی ہیں
جہاں ملتی کتابیں تھیں ، دکانیں بند کر دی ہیں
کہیں قربانیاں دینے کی راہیں بند کر دی ہیں
بقول ان کے ہماری سجدہ گاہیں بند کر دی ہیں

عطا کردہ خلافت کی تو نعمت ہم میں جاری ہے
ہم انصارِ خلافت ہیں ، خلافت جاں ہماری ہے

خدا کا نام پہنچائیں گے ہم اکنافِ عالم میں
بجے گا حق کا ڈنکا ہر جگہ انصافِ عالم میں

خدا کے ہر طرف ہم پر ہیں جو الطاف ،عالم میں
علَم لہرائے گا اسلام کا اطرافِ عالم میں

خلافت کی بدولت کامیابی سب ہماری ہے
ہم انصارِ خلافت ہیں ، خلافت جاں ہماری ہے

....

نظم

رات بھر میں کہاں ہوں سو پایا
چین دن کو بھی تو نہیں آیا

زندگی کیوں نہ مُعتبر کر لیں
ایک دوجے کے دل میں گھر کر لیں

کتنی آسان بندگی ہو جائے
دل کی جو صاف گندگی ہو جائے

کچھ خیالات جو در آئے ہیں
لکھ کے قرطاس پر سجائے ہیں

یہ خیالات ہی بنتے ہیں سُخن
ذہن ہوتا ہے ان سے ہی روشن

تازہ گُل جن سے ہے یہ بُوئے چمن
وار دیتا ہوں اِن پہ تن من دھن

تم خیالات میں جو آ جاؤ
بن کے احساس سا جو چھا جاؤ

میں قلم لے کے تم کو لکھتا ہوں
دیکھ کر آئنہ ، سنورتا ہوں

کرتا مجذوب ہے تمہارا ساتھ
مجھ سے لکھوائے ہے تمہارا ہاتھ

میرے دل میں ہوا جو بلوہ ہے
اس کا باعث تمہارا جلوہ ہے

عیدِ قرباں

یاد دلواتی یہ قُربانی ہے ابراہیم کی
اور قُربانی تو لاثانی ہے ابراہیم کی

جب پدر کرنے کو اپنے ہاتھ سے ذبحِ عظیم
ہو گیا تیّار، قربانی ہے ابراہیم کی

باندھ دی آنکھوں پہ پٹّی تا نہ گھبرائے کہیں
اور پسر نے بات بھی مانی ہے ابراہیم کی

تھا پدر کے سامنے جیسے پسر لیٹا ہوا
غیب سے ہوتی پھر آسانی ہے ابراہیم کی

کہہ کے پہلے ہی تُو میرا حکم پورا کر چُکا
ربّ نے نیّت خوب پہچانی ہے ابراہیم کی

چھوڑ کر صحرا میں ماں بیٹے کو تُو تھا آگیا
اک نشانی بہہ رہا پانی ہے، ابراہیم کی

اذنِ ربی سے وہاں مینڈھے کو جب بھیجا گیا
گر گئی سجدے میں پیشانی ہے ابراہیم کی

عیدِ قرباں یاد میں اس کی مناتے ہیں جو ہم
کی وفا رب سے، جو لافانی ہے ابراہیم کی

پیار کا رب سے تقاضا ہے کہ ہم بھیجیں درود
ہاں محمدؐ، نسلِ تابانی ہے ابراہیم کی

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 13 جون 2024ء)

عید مبارک

کوئی مانے ، نہ مانے عید تو ہے
آج ساعت ہوئی سعید تو ہے

نفس کی بھی اگر ہو قربانی
کامیابی کی اک کلید تو ہے

چاند نکلا ہے چودھویں کا اب
ظلمتِ شب میں اس کی دید تو ہے

اس کی کرنوں میں نور ہے دیکھو
روشنی کی نئی نوید تو ہے

گُل چمن میں ہے ، جشنِ خوشبو بھی
سب سے جا کے ملو کہ عید تو ہے

سب کو پیغام دو محبّت کا
دور نفرت ہو یہ بعید تو ہے

کربلا ہے ، حسین بن جا تُو
گو مقابل ترے یزید تو ہے

دیکھ لینا عدو تبہ ہو گا
دی گئی اس کی بھی وعید تو ہے

عید کا دن ہے خون سے رنگیں
اک زمانہ ، ہوا شہید تو ہے

طارؔق آئی ہے عید لے کے نوید
وقت بدلے گا یہ امید تو ہے

••••••••

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی نظم "عید مبارک" میں دعائیہ عناصر کا تجزیاتی جائزہ

ڈاکٹر رحمت عزیز خان چترالی*
(ورلڈ ریکارڈ ہولڈر)
rachitrali@gmail.com

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی نظم "عید مبارک" عید الفطر کی پر مسرت موقع اور اہمیت پر مبنی بہترین نظم ہے، جس میں رمضان کے روزوں کے پر مسرت اختتام اور عقیدت کی برکات کا ذکر کیا گیا ہے۔ بہترین اشعار اور دلچسپ منظر کشی کے ذریعے ڈاکٹر طارق انور باجوہ نے اس مبارک موقع کے جوہر کو خوبصورتی سے نظم میں بیان کیا ہے۔

نظم کا آغاز عید کی خوشی کے لیے دلی تمنا کے ساتھ ہوتا ہے، جو دعاؤں کے لیے تمناؤں کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ شاعر شکر گزاری اور عکاسی کا لہجہ ترتیب دے کر اشعار کو آگے بڑھاتا ہے، قارئین سے

عید کی برکات اور روحانی کامیابیوں کا جائزہ لینے کی تاکید کرتا ہے۔ روحانی دولت کا خیال نہ صرف مذہبی اعمال بلکہ حصول علم سے بھی ماپا جاتا ہے آپ کی نظم کے تانے بانے میں عید کی اہمیت کو باریک بینی سے شامل کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی منظر کشی سچائی اور خوبصورتی کے متلاشیوں کو جگہ جگہ اپنے اعمال پر غور و فکر کی دعوت دیتی ہے پھر بھی وہ جس گہرائی کی تلاش کرتے ہیں وہ کہیں نہیں پاتے—جب تک کہ وہ چمکتے سورج یا چمکدار چاند کا سامنا نہ کریں۔ روشن خیالی کی یہ استعاراتی جستجو روح کے روحانی تکمیل کی طرف سفر کی آئینہ دار ہے، جہاں الٰہی قدرت کی موجودگی کو آسمانی اجسام کی چمک سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

شاعر نے صحبت کی خوبصورتی اور فضل کی مزید تعریف کرتے ہوئے ہمیں ان لوگوں کے شانہ بشانہ

بشانہ چلنے کی تاکید کی ہے جو وقار اور عزت کی علامت ہیں۔ نیک رفاقت کا یہ جذبہ اپنے آپ کو نیک صحبت کے ساتھ گھیرنے کی اہمیت کو واضح کرتا ہے، جس کی جڑیں اسلامی تعلیمات میں گہری ہیں۔

پوری نظم میں الٰہی نعمتوں اور ہر قدم کے ساتھ لامحدود دعاؤں کا بار بار چلنے والا نقش موجود ہے۔ کثرت اور خیر سگالی کا یہ عکس عید کے دوران اجتماعی جشن کے جذبے پر زور دیتا ہے، جہاں اجتماعی دعائیں اور نیک تمنائیں دلوں اور دماغوں کو پر سکون کر دیتی ہیں۔

جوں جوں نظم آگے بڑھتی ہے ڈاکٹر طارق انور باجوہ باجوہ کی اشعار ثابت قدمی اور علم کے حصول کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور یہ تجویز کرتی ہیں کہ ناقابل جواب سوالات بھی بالآخر گہری بصیرت کا باعث بن سکتے ہیں۔ فکری اور روحانی ترقی کی یہ دعوت عید کے جوہر کے ساتھ سامنے آتی ہے، جو نہ صرف روزے کے اختتام کو خوبصورتی سے سامنے لاتا ہے بلکہ ذاتی اور اجتماعی خوشی کا دن بھی ہے۔

الٰہی رحمت اور تندرستی کے لیے شاعر کی دعوت زندگی کے چیلنجوں کے درمیان امید اور یقین دہانی کے جذبات کی بازگشت کرتی ہے۔ خواہ دُعا کا سامنا ہو یا مصیبت کا، نظم الٰہی قدرت پر بھروسہ اور مصیبت کے وقت لچک پر زور دیتی ہے۔

اپنی اختتامی سطروں میں ڈاکٹر باجوہ کی نظم "عید مبارک" ہمارے لیے قناعت اور ایمان کا ایک اعلیٰ پیغام لے کر آتی ہے۔ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی فکر انگیز اشعار روحانیت اور رجائیت کے گہرے احساس کی عکاسی کرتی ہیں، جو عید الفطر کی تجدید، تشکر اور امید کے آغاز کے طور پر ہمارے سامنے ہے۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی شاعرانہ صلاحیت اس اشتعال انگیز تحریر میں چمکتی ہے، جو قارئین کو عید الفطر کی خوشیوں اور امنگوں کے ذریعے ایک عکاس سفر پیش کرتی ہے۔ اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کے ذریعے ڈاکٹر باجوہ ہمیں عید کے جذبے کو کھلے دل اور دماغ کے ساتھ قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں، ان الٰہی نعمتوں کا جشن مناتے ہیں جو ہماری زندگیوں کو تقویت بخشتی ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی نظم "عید مبارک" عید الفطر کی روحانی اہمیت کی ایک پُرجوش یاد دہانی کے طور پر کام کرتا ہے، جو ہمیں زندگی کے سفر پر چلتے ہوئے شکر گزاری، علم اور صحبت

کی خوبیوں کو اپنانے کی تلقین کرتا ہے۔ نظم کے لازوال موضوعات ہر عمر کے قارئین کو پسند آئینگے جو اس مقدس موقع کی وضاحت کرنے والی روایات کے لیے اتحاد اور احترام کے احساس کو فروغ دیتے ہیں۔ اہل ذوق قارئین کے مطالعے کے ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی نظم پیش خدمت ہے۔

"عید مبارک"

مبارک عید کی خوشی، دعا کا استجاب ہو
قدم قدم ہو سرخرو ، تمہارا جب حساب ہو

عبادتیں جو کیں، تمہارے ساتھ، عمر بھر رہیں
علوم ہوں نصیب، جن کی رہنما کتاب ہو

نگر نگر پھرے مگر کہیں ملا نہ وہ گہر
جو چندے آفتاب ہو جو چندے ماہ تاب ہو

جمال و حسنِ یار ہے، جو چال میں وقار ہے
جو اس کے ساتھ تم چلو مصاحبِ نواب ہو

زمانے بھر کی نعمتیں خدا کرے تمہیں ملیں
قدم قدم دُعا تمھارے ساتھ بے حساب ہو

جہاں کہیں بھی تم رہو ہمیشہ یوں ہی خوش رہو
خدا کرے نصیب میں تمہارے آب و تاب ہو

چلے چلو ،جو رات ہے یہ کچھ دنوں کی بات ہے
کھلا ہوا ملے تمہیں جو رحمتوں کا باب ہو

رہیں بلند حوصلے، بڑھاؤ علم اس قدر
سوال گر کرے کوئی ، جواب لاجواب ہو

اگر لبوں پہ ہو دُعا ، تو کب مرض ہے لا دوا
کوئی بھی ہو علاج پھر، تمہیں نہ اضطراب ہو

عطا وہ روز گار ہو، ترقّیاں تمہیں ملیں
جو کام حوصلے کا ہو ، تمہارا انتخاب ہو

تمہاری خدمتوں سے خوش تمہارا رہنُما رہے
ہے وقت بہترین جب کہ عالمِ شباب ہو

••••••••

غزل

عید کا دن ہے گلے تم کو لگا لُوں ، آؤ
پیار کے رشتے نئے تم سے بنا لوں ، آؤ

روز آ جاتے ہو سپنوں میں ستانے تو مجھے
اپنی آنکھوں میں تمہیں پھر سے بسا لوں آؤ

محو ہو جاؤ نہ یادوں سے مری اے ہمدم
دل میں ارمان نئے پھر سے جگا لوں آؤ

دل میں جلتی ہوئی مشعل نہ کہیں بجھ جائے
یادوں کی شمع پھر اک بار جلا لُوں آؤ

ہم نے تو رسمِ وفا تم سے نبھانا سیکھی
میں اُسی طرح وفا ، اپنی نبھا لوں آؤ

تم سے کیا پردہ ہے تم خوب مجھے جانتے ہو
میں کہانی ذرا دنیا کو سنا لوں آؤ

کیسے فُرقت میں بِتائے ہیں تری یاد میں دن
کروٹیں راتوں کو بدلیں جو بتا لوں آؤ

میرے اشکوں سے ترا نقش نہ دُھندلا جائے
میں ترا چہرہ پھر آنکھوں میں سجا لوں آؤ

میں نے جو عہدِ وفا تم سے کبھی باندھا تھا
خود سے اُس عہد کی تجدید کرا لوں آؤ

طارق اس عید پہ خوش ہوں میں خدا کی خاطر
تلخ یادوں کو میں کچھ دیر بُھلا لوں آؤ

••••••••

جلسہ سالانہ امریکہ

دم بہ دم شوق کا اظہار نظر آتا ہے
جلسہ گہ مہبطِ انوار نظر آتا ہے

یار لوگوں کا تماشا ہے یہ آتش بازی
ہم کو جلسے کا یہ بازار نظر آتا ہے

کر لیا آپ نے ہم کو بھی خوشی میں شامل
آپ کے دل کا عیاں پیار نظر آتا ہے

جاگ اٹھی ہے یہ حسرت کہ وہاں پر ہوتے
جلسہ امریکہ کا تیّار نظر آتا ہے

بین الاقوامی محبّت کے مناظر ہر سُو
وہی جذبہ ہمیں ہر بار نظر آتا ہے

خوش نصیبی ہے کہ جلسے میں ہوئے شامل آپ
ہر طرف جلوۂ گلزار نظر آتا ہے

آپ کے ساتھ ہے ، ہر لمحہ خدا کی تائید
دستِ قدرت کا یہ شہکار نظر آتا ہے

جلسے والوں کو ہماری بھی دعائیں پہنچیں
جن سے راضی ہوا دلدار نظر آتا ہے

ہے کرشمہ یہ محبّت کا وگرنہ طارق
کون کہتے ہوئے اشعار نظر آتا ہے

پنجابی غزل

مسجد ، مندر ، ڈھاوندے پھر دے
گھراں نوں اگّاں لاوندے پھر دے

کمّیاں جا مسیتاں ملّیاں
کِتھے ، پیلی واوندے پھر دے

جے کوئی مِل کے بیہہ جاندا اے
ایہہ وچ ونڈاں پاوندے پھر دے

چار جماعتاں پڑھ کے منڈے
ہیر وارث دی ، گاوندے پھر دے

اُنج دے کوئی گھاہ نہ پاوے
اینویں بودے واوندے پھر دے

ولیاں اگّے بول پئے سن
ھُن تک خیر مناؤندے پھر دے

اساں اینہاں تو کیہ لَینا اے
اسیں تے دُکھ ونڈاؤندے پھر دے

ہتھ سِراں تے رکھ کے طارقؔ
بھار سِراں دے لاؤندے پھر دے

....

پنجابی غزل

اِکّو اِک وجود اے اودھا ، باقی صِفرے سارے
صِفرے جیہڑے سجّے پاسے ، اوہو ای ہُندے بھارے

اپنی ذات فنا کریئے تے چین اوہدے لشکارے
لاگے جا کے ویکھو ، اوہدے کم سلکھنے سارے

دنیا دی پروا نئیں کر دا ، لکّھ او پھُوکاں مارے
بلدا رئیندا دیوا ، جیہڑا جان اودھے تے وارے

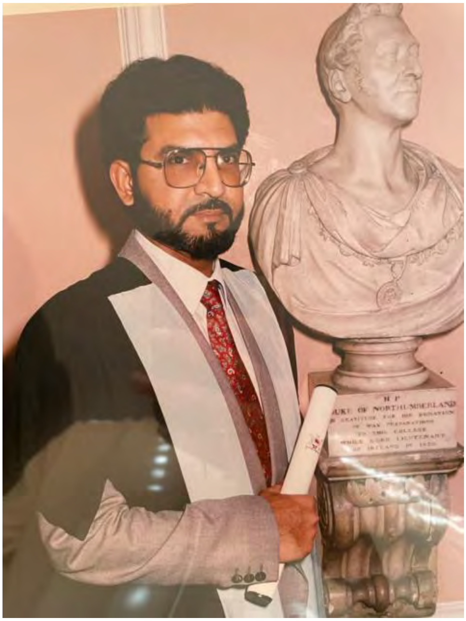
اُتّوں اُتّوں ویکھن نوں تے ٹھنڈے دِسدے سارے
دل وچ پامبھڑ بلدے ، جھاتی سینے وچ جے مارے

بھُکھِ پانے لوکی وی تے مزدوری نوں جاندے
چنگے مندے سب ٹُر جاندے ، ہندے جد اشارے

دنیا اپنی چالے چلدی، کدوں کسے دے سُن دی
ساڈا اک بھروسا ، ساڈے کمّ تے ربّ سنوارے

کھیڈ مقدّر دی اے ساری طارق جے ، کیہ رَولا
قسمت ساتھ وی اودوں دیندی ، جد اوہ پار اتارے

....



ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ ایف آر سی ایس کی ڈگری لینے کے بعد رائل کالج آف سرجنز آئرلینڈ ڈبلن۔ نومبر ۱۹۹۲

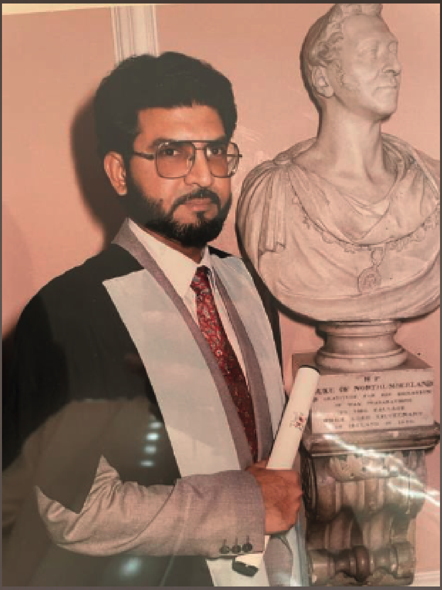
ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور حال فیصل آباد کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری سندھ آ گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد 1970 میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے 1975 میں ایف ایس سی کیا۔ 1982 میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ 1990 میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے۔ یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے تنزانیہ، مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آ کر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔

باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ 2020 سے کیا۔ ان کے درج ذیل مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔

1۔ لبِّ لباب 2۔ چاک دامانِ جنوں 3۔ ہم قدم، دم بدم 4۔ در آئینہ صفِ دوستاں

5۔ نصیبِ چارہ گری 6۔ بازگشت 7۔ یتیم بن من سُونا 8۔ روزنِ خانۂ دل

9۔ سرنامۂ نور 10۔ ایک اور ایک گیارہ 11۔ دربارِ خلافت میں نذرانۂ عقیدت و محبّت 12۔ برشگالِ نور



ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ ایف آر سی
ایس کی ڈگری لینے کے بعد رائل
کالج آف سرجنز آئرلینڈ ڈبلن۔
نومبر ۱۹۹۲

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور حال فیصل آباد کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چندماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری سندھ آ گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد 1970 میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے 1975 میں ایف ایس سی کیا۔ 1982 میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ 1990 میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے۔ یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے تنزانیہ، مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آکر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔

باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ 2020 سے کیا۔ ان کے درج ذیل مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔

1۔ لبِ لباب 2۔ چاک دامانِ جنوں 3۔ ہم قدم، دم بدم 4۔ در آئینہ صفِ دوستاں
5۔ نصیبِ چارہ گری 6۔ بازگشت 7۔ یتیم بن من سُونا 8۔ روزنِ خانہ دل
9۔ سرنامہ نور 10۔ ایک اور ایک گیارہ 11۔ دربارِ خلافت میں نذرانہ عقیدت و محبت 12۔ برشگالِ نور